بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ای۔ پی نمبر ۱۸۶

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

شرح چندہ سالانہ ۶ روپے

فی پرچہ ۲/

ایڈیٹر: برکات احمد راجیکی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

تواریخ اشاعت: ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

جلد ۱ | ۱۴ ماہ فتح ۱۳۳۱ ہش ۲۵ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۵۲ء | نمبر ۳۸

جلسہ سالانہ کے اغراض اور فوائد!

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔

سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو تیس دسمبر ۱۸۹۱ء ہے۔ جو آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجاوے۔ تو

حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کیلئے اور دعا میں شریک ہونیکے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہیگا۔ جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔

اور نیز اُن دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے اُن کو قبول کرے اور پاک تبدیلی اُن میں بخشے۔

اور عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہو گا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناس ہو کر آپس میں رشتۂ تودد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔

اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسہ میں اُس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی۔

اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور اُن کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کے لئے بدرگاہِ حضرت عزت جلشانہٗ کوشش کی جائے گی۔

اور اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے۔ جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔

اور کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونیکا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں۔ تو بلا دقت سرمایۂ سفر میسر آجائے گا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔" (آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۰)

حسب دستور سابق اس سال بھی ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر قادیان میں جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے۔ تمام احباب اپنے روحانی مرکز میں جمع ہونے کے لئے وقت مقررہ پر تشریف لاویں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب مطلع رہیں!

" ایسے تمام احباب جو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے اہل و عیال سمیت قادیان آنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ جلد از جلد اپنے متعلق افسر جلسہ سالانہ کو اطلاع دیں۔ تاکہ ان کے لئے مناسب جگہ کا انتظام کیا جا سکے۔ اور وقت پر پریشانی اور دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے "

نیز تمام احباب موسم سرما کے مطابق گرم کپڑے ساتھ لادیں۔

والسلام

خاکسار مرزا وسیم احمد

افسر جلسہ سالانہ قادیان ۶ ۱۲/۵۲

اخبارِ قادیان

۱۔ تمام درویشان خدا کے فضل سے بخیریت ہیں اور خدمت دین میں مصروف ہیں۔

۲۔ جلسہ سالانہ کی آمد آمد ہے۔ ۷ر دسمبر کو مقبرہ بہشتی کی صفائی کیلئے اجتماعی وقار عمل منایا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام تمام درویشان نے نو بجے سے ایک بجے تک پوری محنت اور اخلاص سے کام کیا

۳۔ ۲۷ر نومبر کو محمد حسین صاحب درویش اپنی شادی کیلئے موضع ویلا بجو ضلع گورداسپور معہ پندرہ درویشان گئے۔ اور دوسرے روز واپس آگئے۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو بابرکت کرے۔

۴۔ مورخہ ۱۲ر دسمبر غلام قادر صاحب درویش اور ظہور احمد صاحب درویش بھی بہار سے شادی کے بعد واپس پہنچ گئے۔ خدا تعالیٰ دونوں درویشان کی شادی کو موجب برکت بنائے۔

۵۔ مورخہ ۱۲ر دسمبر بعد نماز جمعہ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری واعظ مقامی نے انیسہ خاتون بنت سلیم احمد صاحب ساکن امروہہ ضلع مراد آباد یو۔پی کا نکاح نذیر احمد صاحب ولد بابا نور احمد صاحب درویش قادیان سے بعوض ۳۵۰ صد روپیہ پڑھا خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کیلئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین

جلسہ سالانہ قادیان

از قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

خدا کے فضل سے پھر آگیا جلسہ دسمبر کا
دلِ مہجور بھی تھا منتظر وقتِ مقرر کا

ملائک آسماں سے پہرہ دینے آنیوالے ہیں
کہ یہ مجمع ہے انصار مسیحائے مطہر کا

خدائے پاک کی رحمت ہوئی درویشانِ احمد پر
کہ ان کی سعی سے جاری ہے یہ فیضان کوثر کا

معارف اور حقائق کا خزانہ بٹنے والا ہے
تو بھر کر جھولیاں جائیں سب اپنے مقدر کا

ہے جامع مذہبِ اسلام خوبی ہائے ادیاں کا
مدلل ہے بیاں اس میں ہر اک حرف قرآنی منتظر کا

شعائر کی حفاظت اور زیارت کا جو ساماں ہے
نشانِ صدق حسبِ وحی ہے یہ میرے سرور کا

مقاماتِ مقدس بھی سلامت دیکھے جائینگے
مزارِ پاک پر ہو فاتحہ صد حمد داور کا

محافظ باغِ احمد کا خدا نے مقتدر ہوگا
کہ ہو گنبد سکن و مدفن ہے یہ مہدئ انور کا

یہ بیت ذکر و فکر و مسجدِ اقصیٰ مبارک بھی
منار۔ آثار سب انعام ہے اللہ اکبر کا

مبارک زائرانِ قادیاں دار الاماں صد ہا
کہ تم نے موقعہ پایا ہے دیدِ حسنِ دلبر کا

دعا کرتا ہے اکمل روز افزوں احمدیت ہو!
ندائے ادخلوا فی السلم کا نہ اک حقیقت ہو

باغ بہشتی مقبرہ کے خلاف نئی شرارت کے متعلق

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی احتجاج

۱۔ جماعت احمدیہ بمبئی نے اپنے ایک غیر معمولی اجلاس منعقدہ یکم دسمبر ۱۹۵۲ء کو جناب وی۔ اے کریم صاحب پریذیڈنٹ جماعت کی صدارت میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا۔

جماعت احمدیہ بمبئی کا یہ غیر معمولی اجلاس اُس مفسدانہ فعل کی پُر زور مذمت کرتا ہے۔ جو بعض عناصر نے قادیان کے مقدس باغ اور مقبرہ بہشتی کے خلاف کیا ہے۔ اس میں حضرت احمد علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور آپکے مقدس خلیفہ اور بہت سے مشہور صحابہ دفن ہیں۔

یہ مقبرہ تمام جماعت کے نزدیک بہت مقدس اور متبرک ہے اور خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور باغ اس مقبرے کا حصہ ہی ہے۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خاندان کی ملکیت ہے اور احمدیہ جماعت اس باغ کو مقدس سمجھتی ہے کیونکہ حضرت بانی سلسلہ کا جسدِ اطہر جنازہ کے لئے اسی میں رکھا گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اسی باغ میں جماعت کی بیعت لی۔ علاوہ ازیں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اپنے صحابہ کے ساتھ اسی باغ میں کئی ماہ تک کیمپ میں رہے۔ اور اپنے عین حیات اکثر اس باغ میں آتے جاتے رہے۔ اور اس کے پھلوں کو استعمال کرتے رہے۔ نیز اب تک احمدیہ جماعت اسی باغ میں اپنے جنازے اور عید کی نمازیں ادا کرتی رہی۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر حکومت نے مکمل تحقیقات کے بعد اور اس باغ کی مذہبی تقدیس اور اہمیت کے متعلق پوری تسلی کرنے کے بعد اس باغ کو احمدیہ جماعت کے قبضہ میں ہی رہنے دیا۔ اور اس کو الاٹمنٹ سے مستثنےٰ قرار دیا اور حکومت کا یہ فیصلہ بذریعہ کمشنر صاحب جالندھر بمعہ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور فنانشل کمشنر صاحب ریلیف اینڈ ری ہیبلی ٹیشن شملہ جماعت کو پہنچا دیا گیا۔

لیکن اب افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ باوجود مندرجہ بالا فیصلہ کے بعض شریر وں نے جو وقتاً فوقتاً جماعت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ ایک نئی شرارت اس باغ کے متعلق اٹھائی ہے۔ اس بات پر بھی افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے کہ محکمہ کسٹوڈین نے گورنمنٹ کے مذکورہ فیصلہ کے خلاف ایک مقدمہ اس باغ کے خلاف دائر کر دیا ہے۔ اور اس طرح بلاوجہ احمدیہ جماعت اور اس کے مرکز کو تنگ کیا ہے۔ اور اس کے مذہبی حقوق میں مداخلت کی ہے۔ ہمارا مرکز پہلے ہی مالی لحاظ سے بہت کمزور ہے۔ اور اس کا تقریباً پچاس ہزار روپیہ جو کہ صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت تھی۔ گذشتہ دو سال سے کسٹوڈین نے قبضہ میں کیا ہوا ہے۔

لہٰذا احمدیہ جماعت بمبئی حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس معاملہ میں پوری مداخلت فرمائے۔ اور جماعت کے لئے مستقل سہولت کا انتظام کرے اور اس قسم کی تعدیوں کو روکے۔ تاکہ احمدیہ جماعت کے مرکز میں احباب آزادانہ طور پر اپنے مذہبی فرائض کو ادا کر سکیں۔

اس ریزولیوشن کی نقول (۱) آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند (۲) آنریبل مولانا ابو الکلام صاحب آزاد وزیر تعلیم ہند (۳) آنریبل شری اے۔ پی جیسی وزیر آبادکاری نئی دہلی (۴) آنریبل وزیر اعظم مشرقی پنجاب (۵) کسٹوڈین جنرل نئی دہلی (۶) پراونشل کسٹوڈین شملہ کو بھجوائی جائیں۔

جماعت احمدیہ دہلی و یو۔ پی کا احتجاج

جماعت احمدیہ دہلی نے اپنے غیر معمولی اجلاس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ مرکزی اور صوبائی ہر دو حکومتوں اور لوکل افسران کی متواتر جدوجہد کے بعد قادیان مرکز احمدیت کی فضاء کافی حد تک درست ہو چکی ہے۔ اور جماعتہائے احمدیہ ہندوستان و بیرون اس وجہ سے کافی حد تک مطمئن ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض شریر جو قادیان میں فتنہ انگیزی کرتے رہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی شرارت کھڑی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں علاوہ خواہ مخواہ کی پریشانی کے جماعت کو مالی نقصان بھی پہنچتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا ایک مقدس باغ جو بہشتی مقبرہ سے متصل ہے۔ مکمل تحقیقات کے بعد متعلقہ افسران نے مستقل الاٹمنٹ سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ اور یہ امر بعض شریروں کو احمدیہ جماعت کو پریشان کرنے کے لئے موقعہ مہیا کرنے کا باعث بنا ہے۔ چنانچہ ایک درخواست اسسٹنٹ کسٹوڈین صاحب گورداسپور کے پاس دی گئی ہے۔ کہ اس باغ کو نکاسی جائداد قرار دیا جائے۔ اور اس کو پناہ گزینوں کو الاٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ باوجود گورنمنٹ کے سابقہ فیصلہ کے ایک مقدمہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ہم ممبران جماعت احمدیہ دہلی اور یو۔پی جو یہاں پانچ دسمبر کو جمع ہوئے ہیں گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر اس معاملے میں مداخلت کرے اور اس کارروائی کو بکلی روک دے تاکہ احمدیہ جماعت پریشانی اور مالی نقصان سے بچ سکے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہمسائیگی کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق کامل اور عمدہ عمدہ تعلیم دی ہے جس پر عمل کرنے سے نہ صرف یہ کہ انسان دینی لحاظ سے سرخرو اور بامراد ہوتا ہے بلکہ اسے دنیوی زندگی میں بھی کامیابی و کامرانی حاصل ہوتی ہے۔ اور انسانی زندگی ایک جنت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

ذیل میں قارئین بدر کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ارشادات پیش کرتی ہوں۔ جو حضور نے ہمسائیوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی بجا آوری کے لئے فرمائے ہیں۔ اگر دنیا ان ارشادات کو پیش نظر رکھتی۔ تو نہ صرف یہ کہ لوگوں کی اہلی اور معاشی زندگی آرام و سہولت سے گزرتی۔ بلکہ بین الاقوامی طور پر بہت سی سیاسی اُلجھنیں سلجھ جاتیں۔ اور دنیا ان عالمگیر جنگوں کے چنگل سے نجات پا جاتی۔ جو آئے دن اس کے امن و امان کو خاک میں ملا رہی ہیں۔ خدا تعالےٰ سب لوگوں کو خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔ راعی ہوں یا رعایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات زریں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اہل دنیا کی مشکلات دور ہوں۔ اور وہ ابدی نجات حاصل کر سکیں۔

(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جس کے پڑوسی اس کی بدسلوکیوں کی وجہ سے امن میں نہیں

(۲) عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر الاصحاب عند اللہ خیرھم لصاحبہ وخیر الجیران عند اللہ خیرھم لجارہٖ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر ساتھی وہ ہے۔ جو اپنے ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور بہتر پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(۳) عن ابن مسعود قال قال رجلٌ للنبیِّ صلے اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ کیف لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَأْتُ

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سمعتَ جیرانک یقولون اَنْ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَ اِذَا سمعتہم یقولون لقد اسأت فقد اسأت۔

حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس طرح معلوم کروں کہ میں اچھا ہوں یا بُرا ہوں۔ فرمایا۔ کہ جب تیرے پڑوسی کہیں کہ تو اچھا ہے۔ تو تو اچھا ہے۔ اور جب وہ تجھے کہیں کہ تو بُرا ہے۔ تو تو بُرا ہے۔

(۴) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ یا نساءَ المسلمات لا تحقرنَّ جارۃٌ لجارتہا ولو فرسن شاۃٍ۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمان عورتو تم میں سے کوئی اپنی پڑوسن کو حقیر جانتے ہوئے اسے بکری کے پائے سے بھی محروم نہ کرے

عَنْ ابی ھریرۃ قال قال رجلٌ اِنَّ فلانۃ تُذکر من کثرۃِ صلاتہا وصیامہا وصدقتہا غیر اَنَّہا تؤذی جیرانہا قال ھی فی النّار قال یا رسول اللہِ اِنَّ فُلانۃ تُذکر من قلّۃِ صیامہا وصدقتہا وصلاتہا وانّہا تصدّق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانہا جیرانہا قال ھی فی الجنۃ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں عورت مشہور ہے۔ کثرت سے نماز پڑھنے بہت روزے رکھنے اور صدقہ دینے کی وجہ سے۔ لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔

پھر اسی شخص نے عرض کیا۔ کہ فلاں عورت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نمازوں۔ روزوں اور صدقات میں سستی کرتی ہے۔ اور بچا ہوا پنیر لوگوں کو دیتی ہے۔ لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو دکھ نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ جنت میں صرف اس وجہ سے جائے گی۔ کہ اس کا سلوک اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا ہے۔

(۶) عَنْ عائشۃ وابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَا زَالَ جبریلُ یوصینی بالجار حتّٰی ظننتُ انّہ سیُوَرِّثُہٗ

حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جبرئیل نے مجھے ہمسایہ کے متعلق خدا کی طرف سے بار بار اتنی تاکید کی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید وہ اسے وارث ہی قرار دے دیگا

(۷) عَنْ اَبی ھریرۃ قال اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَفَ عَلٰی ناسٍ جلوسٍ فقال الا اخبرکم من شرّکم فسکتوا فقال ذالک ثلاث مرّاتٍ فقال رجلٌ بلٰی یا رسول اللہ اخبرنا بخیرنا من شرّنا فقال خیرکم مَنْ یرجی خیرُہٗ ویُؤمَنُ شرُّہٗ و شرُّکُمْ مَنْ لا یُرجی خیرہٗ و لا یُؤمَنُ شرُّہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سے گذرے جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ تم میں سے بُرا کون ہے۔ وہ لوگ خاموش رہے۔ پھر ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ فرمائیے ان کو جو ہمارے لئے اچھے اور بُرے ہیں بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید کی جائے۔ اور اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں۔ اور تم میں سے بُرا وہ ہے۔ جس سے بھلائی کی امید نہ ہو۔ اور اس کی برائی سے لوگ محفوظ نہ ہوں۔

(۸) عَنْ عبد الرحمن بن ابی قراد اَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم توضّأ یومًا فجعل اصحابہ یتمسّحون بوضوئہ فقال لہم النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم ما یحملکم علی ھٰذا قالوا حبّ اللہ ورسولہ فقال النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یحبّ اللہَ ورسولہ اَوْ یحبّہُ اللہ ورسولہ فلیصدق فی حدیثہ اِذَا حدّث ولیؤدّ امانتہ اِذَا اُؤْتُمِنَ ولیُحْسِنْ جوار من جاورہ۔

حضرت عبد الرحمن بن ابی قراد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو فرمایا آپ کے صحابہ آپ کے وضو کے پانی کو اپنے جسموں پر ملنے لگے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کس وجہ سے تم ایسا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرے۔ تو اس کو چاہیئے۔ کہ وہ جب بات کرے تو سچ بولے۔ اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو ادا کرے۔ اور جو اس کے پڑوس میں رہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(۹) عن حسن بن سفیان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلجیرانُ ثلاثۃٌ جارٌ لہ حقٌّ واحدٌ وجارٌ لہٗ حقّانِ وجارٌ لہٗ ثلاثۃُ حقوقٍ فالجارُ الّذی لہٗ ثلاثۃ حقوقٍ الجارُ المسلمُ ذو الرّحم فلہٗ حقّ الجوار وحق الاسلام وحقّ الرّحم واما الذی لہٗ حقّان فالجار المسلم لہٗ حق الجوار وحق الاسلام واما الذی لہٗ حقٌّ واحدٌ فالجارُ المشرکُ

حضرت حسن بن سفیان رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں۔ اول وہ پڑوسی جس کا ایک حق ہے۔ دوسرا وہ جس کے دو حق ہیں۔ اور تیسرا وہ جس کے تین حق ہیں۔ وہ پڑوسی جس کے تین حقوق ہیں۔ وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو۔ اور مسلمان بھی ہو۔ اور پھر رشتہ دار ہو۔ اس کے لئے پڑوس اسلام اور رشتہ داری کے حقوق ہیں۔

اور وہ شخص جس کے دو حق ہیں وہ ہے۔ جس کے ہمسائیگی اور اسلام کے حقوق ہیں۔ اور وہ جس کا صرف ایک حق ہے۔ وہ مشرک پڑوسی ہے۔

(۱۰) عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ علیہ وسلم اِنَّ من سعادۃِ المرءِ المسلمِ المسکنُ الواسعُ الجارُ الصالحُ والمرکبُ الھنی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کی سعادت یہ ہے کہ اس کو کھلا گھر نیک ہمسایہ اور عمدہ سواری میسر آ جائے۔ (باقی)

خاکسارہ امۃ المجیب بیگم بنت جناب مرزا برکت علی آف آبادان

خطبہ جمعہ

تحریک جدید ایک دن کی نہیں دو دن کی نہیں بلکہ ہر مومن کیلئے ہمیشہ جاری رہنے والی تحریک ہے

جو شخص تنظیم اور تبلیغ کے جہاد میں کام آتا ہے اس کا مقام بہت بلند ہے —— تحریک جدید کے دفتر اول کے انیسویں ۱۹ اور دفتر دوم کے نویں ۹ سال کا آغاز

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۸ر نومبر ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اس وقت سوا بارہ بجے ہیں جس کے یہ معنے ہیں کہ پرانے وقت کے لحاظ سے ایک بج چکا ہے۔ ساڑھے بارہ بجے (جو پرانے ۱½ بجے ہوتے تھے) زوال کا وقت ہوتا تھا۔ گویا ساڑھے بارہ بجے سے

نماز کا وقت

شروع ہوتا تھا۔ جس کے لئے شریعت نے کوئی وقت اس لئے مقرر نہیں کیا کہ نماز جمعہ سے قبل خطبہ ہوتا ہے۔ اس خطبہ کے بعد نماز جمعہ صحیح وقت پر پڑھی جانی چاہیئے۔ شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے۔ کہ جمعہ کو زوال سے بھی پہلے شروع کر دیا جائے تا نماز سے پہلے خطبہ بھی دیا جا سکے اور پھر نماز بھی صحیح وقت پر پڑھی جائے لیکن زوال کے بعد تو نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اب سوا بارہ بج چکے ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ پرانے وقت کے لحاظ سے اب سوا بج چکا ہے۔ ابھی تک

نصف کے قریب

بھی لوگ نماز پڑھنے نہیں آئے جس کے یہ معنے ہیں کہ نہ صرف حکومت نے گھڑیوں کو ایک گھنٹہ پیچھے کر دیا ہے بلکہ تم نے بھی شریعت کے مقرر کردہ وقت کو ایک گھنٹہ پیچھے کر دیا ہے۔ جماعت کے اس فعل کے یہ معنے ہیں کہ جمعہ ایک بجے یعنی پرانے وقت کے مطابق ۲ بجے شروع کرنا چاہیئے۔ اور ختم اڑھائی بجے یا اس کے بعد ہونا چاہیئے یعنی پرانے وقت کے مطابق ساڑھے تین بجے۔ کیونکہ نماز سے قبل خطبہ بھی ہوتا ہے۔ اور اس وقت نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ظاہری چیز کے تغیر کے ساتھ باطن میں بھی تغیر ہو جاتا ہے۔ لیکن

شریعت میں تغیر

نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومت نے کسی جغرافیائی وجہ سے یا کسی اور مصلحت کی بناء پر گھڑیوں کو ایک گھنٹہ پیچھے کر دیا ہے۔ لیکن نماز تو اسی وقت پڑھی جائے گی۔ جس وقت وہ پہلے پڑھی جاتی تھی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اگر اب بھی جمعہ پہلے کی طرح ایک بجے ہی ہوگا۔ تو چونکہ نماز سے قبل خطبہ بھی ہوتا ہے۔ اور پھر نماز بھی ادا کرنی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اڑھائی بجے تک وقت چلا جائے گا۔ گویا نماز

پرانے وقت کے مطابق

تین ساڑھے تین بجے ختم ہوگی۔ سورج تو اسی وقت چڑھتا ہے جس وقت وہ پہلے چڑھا کرتا تھا۔ تو پھر وجہ کیا ہے کہ ہم غافل ہو گئے ہیں۔ اگر سورج بھی ایک گھنٹہ پیچھے چڑھتا۔ تو پھر تو تم کہہ سکتے تھے۔ کہ پہلے سورج ایک گھنٹہ پہلے چڑھتا تھا اب وہ ایک گھنٹہ بعد چڑھتا ہے۔ اس لئے آج دیر سے آئے ہیں۔ لیکن سورج تو اس وقت چڑھتا ہے اور آج بھی اسی وقت چڑھا ہے۔ اور بارہ بجے تک تمہیں اتنا وقت مل گیا ہے جتنا وقت تمہیں سٹینڈرڈ ٹائم بدلنے سے قبل ایک بجے تک مل جایا کرتا تھا۔ کیونکہ آج کل کے بارہ بجے پرانے سٹینڈرڈ ٹائم کے لحاظ سے ایک بجے کا وقت ہوتا ہے۔

اس کے بعد میں آج کا خطبہ شروع کرتا ہوں جو تحریک جدید کے انیسویں ۱۹ سال سے متعلق ہے۔ تحریک جدید ۳۴ء میں شروع ہوئی۔ ۱۹۳۴ء کے نومبر میں اس کا اعلان ہوا۔ اور اب ۱۹۵۲ء کا نومبر ہے۔ گویا وعدوں کے لحاظ سے

۱۸ سال ختم ہو گئے

ہیں اور انیسواں سال شروع ہو گیا ہے اور ادائیگی کے لحاظ سے اگلے سال نومبر تک انیسواں سال ختم ہو جائے گا تحریک جدید کی بنیاد درحقیقت انہی اصول پر ہے جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اسلام کی بنیاد بھی اس بات پر رکھی گئی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی تشہیر اور ترویج کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو پیغام دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پیغام کو ساری دنیا تک پہونچائیں۔ اگر ہم اس پیغام کو ساری دنیا تک پہنچاتے ہیں تو دنیا اس پیغام سے غافل نہیں ہو گی۔ اور لوگوں کو ایمان لانے کا موقعہ مل جائے گا۔ اگر کسی شخص کو

خدا تعالیٰ کا پیغام

پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ ایمان نہیں لاتا۔ تو ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس تک خدا تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچتا تو ہماری ذمہ داری رہ جاتی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری شروع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ وہ اس شخص پر گرفت کرتا ہے جس پر حجت پوری ہو جاتی ہے۔ اگر ہم اس تک خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیں گے تو حجت بھی پوری ہو گی۔ اور اگر ہم اس تک خدا تعالیٰ کا پیغام نہیں پہنچاتے تو اس پر حجت پوری نہیں ہو سکتی۔ پس تحریک جدید کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ

اسلام کے نام کو روشن کیا جائے

اور قرآن کریم کے پیغام کو دنیا تک پہونچایا جائے۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے تحریک جدید کے ماتحت بیرونی دنیا میں مبلغ بھجوائے گئے۔ تحریک جدید کے جاری ہونے سے قبل صرف چند ممالک میں ہمارے مبلغ تھے۔ ایک مبلغ امریکہ میں تھا۔ ایک مبلغ انگلینڈ میں تھا۔ ایک شام میں تھا۔ افریقہ اور انڈونیشیا میں بھی ہمارے مبلغ تھے۔ لیکن تحریک جدید کے جاری ہونے کے بعد انڈونیشیا کے مبلغ کئی گنا زیادہ ہو گئے۔ امریکہ کے مبلغ چار گنا زیادہ بڑھ گئے۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ سپین سوئٹزرلینڈ اور ایک عرصہ تک فرانس میں نئے مشن کھولے گئے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں جماعتیں قائم ہیں۔ اور دین سیکھنے کے لئے بعض طالب علم بھی یہاں آئے ہیں۔ چنانچہ

جرمنی کے ایک نوجوان

عبد الشکور کنزے اس وقت یہاں دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تا بعد میں اپنے ملک میں اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کر سکیں۔ امریکہ سے بھی اس تحریک کے سلسلہ میں ایک نوجوان یہاں پہنچے ہیں۔ اور وہ بھی دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ایک اور نوجوان کے متعلق بھی اطلاع آئی ہے کہ وہ دین کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے ربوہ آ رہے ہیں۔ اور وہ غالباً جلسہ سالانہ تک یہاں پہونچ جائینگے۔ اسی طرح جرمنی سے بھی اطلاع آئی ہے کہ ایک اور نوجوان

دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے

ربوہ آ رہے ہیں۔ اس سے قبل غیر ممالک کے طالب علم مرکز سلسلہ میں نہیں آتے تھے۔ لیکن تحریک جدید کے جاری ہونے کے بعد باہر سے بھی طلبا آنے شروع ہو گئے۔ اور اب ۳۰ کے قریب غیر ملکی طالب علم ربوہ میں موجود ہیں۔ چین کے طالب علم بھی ہیں۔ انڈونیشیا کے طالب علم بھی ہیں۔ برما کے طالب علم بھی ہیں سیلون کے طالب علم بھی ہیں۔ سوڈان کے طالب علم بھی ہیں۔ ایسے سینیا کے طالب علم بھی ہیں۔ شام کے طالب علم بھی ہیں۔ جرمنی اور امریکہ کے طالب علم بھی ہیں۔ اور ابھی مزید طلبا کے آنے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ آج بھی ایسے سینیا سے ایک نوجوان کا خط ملا ہے کہ وہ تعلیم دین کے حصول کی خاطر ربوہ آنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح سمالی لینڈ سے بھی اطلاع آئی ہے۔ کہ وہاں سے بھی بعض طالب علم یہاں آ رہے ہیں۔ گویا اس

تحریک کے نتائج

اس رنگ میں ظاہر ہوئے ہیں کہ بیرونی ممالک کے طلبا جن میں سے بعض واقف زندگی ہیں۔ اور بعض واقف زندگی نہیں یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ بے شک بعض نوجوان واقف زندگی نہیں۔ وہ اپنے طور پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن اگر وہ اخلاص سے دنیوی کاروبار کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام بھی کرتے رہیں۔ تو یہ بھی

اسلام کی ایک بھاری خدمت

ہو گی۔ بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باہر سے آنیوالے سارے نوجوان واقف زندگی نہیں۔ کچھ واقف زندگی ہیں اور کچھ نہیں۔ جو واقف زندگی نہیں وہ بھی ایسے ممالک سے آئے ہیں۔ جن تک تحریک جدید سے قبل احمدیت کی تعلیم نہیں پہنچی تھی۔ جب یہ نوجوان تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے ملکوں میں پہنچیں گے۔ تو اسلام کی اشاعت کے نئے ذرائع نکل آئیں گے۔ غرض تحریک جدید سے پہلے تو تین چار مبلغ بیرونی ممالک میں تبلیغ کر رہے تھے۔ لیکن تحریک جدید کے اجراء کے بعد میرے خیال میں یہ مبلغ پچاس کے قریب ہو گئے گویا اس گنے زیادتی ہوئی ہے۔ اور ابھی تو ابتداء ہے۔ صاف بات ہے کہ جب تک مبلغ پیدا نہیں ہوں گے۔ اسلام کو ساری دنیا میں نہیں پھیلایا جا سکتا پس ان کی موجودہ زیادتی کو نہیں دیکھنا۔ بلکہ آئندہ کا نقشہ دیکھو

مہاہوں۔ اس وقت تحریک جدید کا ایک کالج قائم ہے اس میں سے آٹھ دس مبلغ سالانہ نکلتے ہیں۔ جن میں نصف تو صدر انجمن احمدیہ لے لیتی ہے۔ اور نصف تحریک جدید لے لیتی ہے۔ اگر تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کو ملنے والے مبلغین کی تعداد پانچ پانچ بھی ہو۔ تو اسکے معنے یہ ہیں کہ پچھلے انیس سال میں دس گنا مبلغ ہوئے ہیں۔ اور اگلے انیس ۱۹ سال میں ان کی تعداد تین گنے ہو جائے گی۔ یعنی جو مبلغ ابتداء میں تھے۔ ان سے موجودہ مبلغین کی تعداد اس وقت تک تیس ۳۰ گنے زیادہ ہو جائے گی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جماعت آئندہ ترقی نہیں کریگی اگر جماعت اخلاص اور ارادے میں بڑھ جائے۔ تو جامعۃ المبشرین کے فارغ ہونیوالے طلباء کی تعداد آٹھ دس نہیں رہے گی۔ بلکہ ان کی تعداد پندرہ بیس تک یا چالیس پچاس تک بڑھ جائے گی۔ اور اس صورت میں آئندہ ۱۹ سال کے بعد مبلغین تحریک جدید سے پہلے کے مبلغین سے تین گنے زیادہ نہیں ہو جائیں گے۔ بلکہ پچاس یا سو گنے زیادہ ہو جائیں گے۔ غرض تحریک جدید کے اجراء کے بعد نہ صرف

کئی ممالک میں نئے مشن

قائم ہو گئے ہیں۔ بلکہ زائد بات یہ ہوئی ہے۔ کہ براہِ راست ان ممالک سے بعض طالب علم یہاں آئے ہیں اور وہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے اپنے ملک میں جاکر اسلام کی اشاعت کریں گے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جس طرح بھٹی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اسی طرح جس شخص میں روحانی لحاظ سے میل کچیل ہوتی ہے یعنی جو شخص مخلص نہیں ہوتا وہ یہاں آکر اسلام سے اور بھی دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ربوہ بھی ایک بھٹی ہے۔ بعض آنے والے اپنی شامتِ اعمال کی وجہ سے ٹھوکر بھی کھائیں گے مگر جو لوگ یہاں آکر نیک نیتی سے اور اخلاص سے تعلیم حاصل کرینگے وہ دین کی خدمت کرینگے۔ اگر وہ اپنا دنیوی کاروبار بھی کرینگے تو وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ اشاعتِ اسلام میں مدد دیں گے۔ مثلاً سماٹرا سے ایک نوجوان یہاں آئے تھے۔ اگرچہ انہوں نے وقف نہیں کیا تھا اور واپس جاکر انہوں نے ایک [illegible] ملازمت اختیار کر لی لیکن وہ نہایت مخلص ثابت ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان اور پاکستان کے لوگ بھی وصیت کی اتنی پابندی نہیں کرتے جتنی وہ نوجوان پابندی کر رہے ہیں۔ وہ بدھوں سے احمدی ہوئے ہیں۔ ان کی اولاد میں بھی جوش ہے۔ میرے پاس ان کے بچوں کے بھی خطوط آتے رہتے ہیں۔ پس بعض لوگ اگرچہ واقفِ زندگی نہیں وہ اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ لیکن تاہم وہ

اشاعتِ اسلام

میں سلسلہ کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ہیں۔ وہ اس وقت سمالی لینڈ میں ہیں وہ ملازم ہیں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کسی واقفِ زندگی سے کم ہیں۔ ان کے ذریعہ سے وہاں جماعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ اور اس رنگ میں قائم ہو رہی ہیں کہ یوں معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے اخلاص کی وجہ سے آسمان بھی تائید کر رہا ہے۔ مجھے وہاں سے اکثر خطوط آتے ہیں جن میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ہمیں خواب آئی اور خواب میں ہمیں ہدایت کی گئی کہ تم نذیر احمد کی طرف توجہ کرو گویا ان کا اخلاص اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ آسمان پر خدا تعالے بھی ان کی تائید میں فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کریں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ تحریک جدید کے اجراء سے پہلے کوئی مشنری کالج نہیں تھا اب

مشنری کالج کا اجراء

ہو گیا ہے اور اس کالج سے ایسے نوجوان نکل رہے ہیں جو پہلے علماء سے علم میں زیادہ ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معیار کے عین مطابق ہیں۔ ابھی ان کے لئے اخلاقی علمی اور دینی ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن بہرحال وہ پہلوں سے زیادہ عالم ہیں۔ پھر تحریک جدید کے اجراء سے پہلے ہمارے پاس ایسے گریجوایٹ نہیں تھے۔ جو دینیات سے بھی واقف ہوں لیکن اب ایسے نوجوان موجود ہیں۔ جو مولوی فاضل ہیں اور گریجوایٹ بھی ہیں۔ یا بی۔ اے ہیں اور آئندہ مولوی فاضل بن جائینگے کہ اگر وہ انگریزی دانوں کی مجلس میں جائیں اور وہ کہیں کہ یہ ملاں بیٹھے ہیں تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بھی تمہاری طرح انگریزی جانتے ہیں اور اگر مولویوں کی مجلس میں جائیں اور وہ کہیں کہ تم انگریزی دان ہو تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مولوی فاضل بھی ہیں۔ اور دین سے ہمیں واقفیت ہے۔ گویا جو کچھ تم جانتے ہو وہ ہم بھی جانتے ہیں۔ غرض تبلیغ اور اشاعت اسلام کی نئی راہیں کھل رہی ہیں۔ اور کچھ عرصہ تک علم دین اور علم دنیا میں

جو خلیج حائل ہے

وہ پاٹ دی جائے گی اور اس پر ایسے پل بن جائیں گے جن کے ذریعہ تمام اختلافات دور ہو جائیں گے۔

تحریک جدید کے اجراء کے وقت اس میں یہ بات بھی شامل کی گئی تھی۔ کہ ہمارے پروگرام سادہ ہوں ہم سادہ کپڑے پہنیں۔ سادہ خوراک استعمال کریں۔ دعوتوں اور شادیوں میں سادگی اختیار کریں۔ کچھ عرصہ تک تو اس پر عمل ہوتا رہا لیکن اب اس میں ایک حد تک کمزوری پیدا ہو گئی ہے۔ دراصل اس میں بعض باتیں اصلاح طلب تھیں۔ مثلاً بعض بیمار ہوتے ہیں [illegible] ہونے کی وجہ سے اس تحریک پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے تھے یا بعض جگہوں پر ملکی رسم و رواج کے مطابق کھانے کی طرز ایسی ہوتی ہے کہ ایک کھانے میں کفایت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً جب یہ تحریک شروع ہوئی تو مجھے بہار اور بنگال سے خطوط آنے شروع ہوئے کہ ہمارے ہاں کھانے کا دستور ایسا ہے کہ ہم اس سکیم پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے۔ وہاں چھوٹے چھوٹے گھروں میں بھی ایک دو کھانے تیار ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ اُبلے چاول کھاتے ہیں۔ خشکہ چاول کو کھانے کے لئے اور اسے صحیح طور پر ہضم کرنے کے لئے کسی پتلی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ لوگ پتلی سی دال بنا لیتے ہیں۔ اور اس سے چاولوں کو تر کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ اس دال سے طاقت قائم نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے وہ تھوڑا سا سالن بھی ساتھ پکا لیتے ہیں۔ دال کے ساتھ خشکہ کو کھانے کے قابل کر لیتے ہیں۔ اور صحت کو برقرار رکھنے کے لئے تھوڑا سا سالن بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ غرض

کھانے کے دستور کے مطابق

چھوٹے چھوٹے گھروں میں بھی دو قسم کا سالن تیار ہوتا ہے اب اگر یہ حکم دیا جائے کہ وہ ایک سالن پکائیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ یا تو وہ صرف دال پر گذارہ کریں اور اس سے ان کی صحتیں خراب ہوں گی اور یا پھر سالن پکائیں۔ اگر وہ روزانہ سالن پکائیں گے تو اس پر خرچ زیادہ ہوگا۔ پس چاہیئے تھا کہ ہم آہستہ آہستہ ان کی مشکلات کو دور کرتے اور انہیں ایسا بنا دیتے کہ وہ اس سکیم پر عمل کر سکتے۔ اسی طرح بیمار اور بوڑھے ہیں۔ ان کے لئے بھی ایک کھانے پر گذارہ کرنا مشکل ہے اس لئے چاہیئے تھا کہ ایسی تجاویز اختیار کی جاتیں کہ احمدی اپنی صحت اور قوت کو بھی برقرار رکھ سکتے اور پھر بھی سادہ رہتے۔ لیکن چونکہ ان باتوں پر پہلے غور نہیں کیا گیا۔ اس لئے بعض لوگوں کے لئے یہ سکیم ناقابل عمل ہو گئی اور آہستہ آہستہ وہ لوگ اس پر عمل کرنے میں کمزوری دکھانے لگے۔ مگر ضرورت ہے کہ بعض طریق ایسے اختیار کئے جائیں کہ جماعت کے لوگ

سادگی کی زندگی بسر کریں

اور اس کے لئے وقتاً فوقتاً غور ہوتا رہے مثلاً شادیوں اور بیاہوں پر ہم نے دعوتوں کو روک دیا تھا بعض لوگ چودھری ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے کوئی حکم نہیں۔ میں بعض دعوتوں پر گیا۔ تو چودھری قسم کے لوگوں نے چائے وغیرہ تیار کر دی۔ میں نے چائے نہ پی۔ اس پر آہستہ آہستہ ان لوگوں نے بھی دعوتوں کو ختم کر دیا۔ اور یہ دستور کم از کم مرکز میں قائم ہو گیا ہے بہرحال کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں جاری کرنا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ ہم بعض باتوں کو جاری نہیں رکھ سکے اس لئے ہم اپنے مقام سے ہٹ گئے۔ حالانکہ کھانے وغیرہ میں سادگی نہایت ضروری چیز ہے۔ آجکل قحط کے آثار ہیں۔ [illegible] صدر انجمن احمدیہ نے میرے پاس یہ سفارش کی کہ کارکنوں کے قحط الاؤنس پھر مقرر کر دیئے جائیں۔ حالانکہ جب قحط پڑ جاتا ہے تو آمد کم ہو جاتی ہے یا تو چار چار پانچ پانچ ہزار روپیہ روزانہ آتا تھا۔ اور یا اب بارہ تیرہ سو یا پندرہ سولہ سو کی روزانہ آمد ہوتی ہے۔ اور ایک دن تو اتنی کم آمد ہوئی کہ جب ہم ہجرت کے بعد لاہور آئے اور چندے آنے شروع ہوئے تو اس وقت جتنی آمد ہوئی تھی۔ اس دن اس سے بھی کم آمد تھی یعنی اس دن دو سو روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ کی آمد ہوئی حالانکہ اس سے پہلے دو ہزار سے چار پانچ ہزار روپیہ کی روزانہ آمد ہوتی تھی۔ صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کی تنخواہوں پر

چالیس ہزار روپیہ سے زائد

خرچ ہوتا ہے اور اگر سائرہ اور جلسہ سالانہ کے اخراجات کو ملا لیا جائے تو نوے ہزار تک خرچ جا پہنچتا ہے۔ اب اگر روزانہ چند سو روپیہ کی آمد ہوگی تو الاؤنس کی زیادتی کون دیگا۔ صدر انجمن احمدیہ کے لحاظ سے ان کی سفارش بھی غلط تھی کہ مہنگائی الاؤنس بڑھائے جائیں کیونکہ کارکنوں کو سال کے شروع میں کہہ دیا گیا تھا کہ قرضے لے لو۔ اور گندم خرید لو۔ چنانچہ انہوں نے گندم کے نام سے قرض انجمن سے لے لیے در حقیقت قحط صرف گندم کا ہے باقی کسی چیز کی قیمت نہیں بڑھی۔ آج ہی میں ذکر کر رہا تھا تو ایک خادم نے کہا کہ اب تو لکڑی بھی مہنگی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا جب چاول مہنگے تھے۔ تو اس وقت تو مہنگائی الاؤنس بڑھانے کا سوال پیدا نہیں ہوا تھا۔ ان چیزوں کی قیمتوں میں تھوڑا بہت اتار چڑھاؤ تو رہتا ہی ہے۔ اور مہنگائی الاؤنس بڑھانے کا سوال تب پیدا ہوتا ہے جب یہ اتار چڑھاؤ غیر معمولی ہو۔ آجکل گندم کا بھاؤ بیس بائیس روپے فی من ہے۔ لیکن جن کارکنوں نے سال کے شروع میں گیارہ بارہ روپے فی من گندم خرید لی تھی۔ ان پر اس مہنگائی کا کیا اثر ہے۔ پھر بات کرنے والے نے کہا کہ دراصل بات یہ ہے کہ پیشگی سے کسی نے تو کپڑے بنا لئے تھے اور کسی نے روپیہ مکان پر خرچ کر لیا تھا۔ میں نے کہا پھر اس تکلیف کا وہ خود ذمہ وار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔ عقلی بات یہ ہے کہ جماعت ایک جگہ کی جماعت کا نام نہیں۔ جب قحط پڑ گیا تو اس سے سارے لوگ متاثر ہونگے اور لازمی طور پر کمزور لوگ چندہ دینے میں سستی دکھائینگے اور اسطرح چندہ کی آمد کم ہوگی اسلئے اخراجات کسی طرح بھی نہیں بڑھائے جا سکتے۔ جو جماعتیں چندہ سے چلنے والی ہوں انہیں ان دنوں اپنا خرچ کم کرنا ہوگا۔ چاہے آدمیوں کو کم کر لیں کم ہو یا تنخواہوں کے کم کرنے سے ہو اگر اخراجات کم نہیں ہوں گے۔ تو روپیہ آئیگا کس طرح۔ اس قحط کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنی ضروریات کو کم کر دیا جائے۔ اپنی غذا کو کم کر دیا جائے۔ جب [illegible] آئے تو میں نے یہ قاعدہ بنا دیا تھا کہ صرف ایک روٹی کھاؤ اس بات کو دیکھ کر زیادہ خوراک کھانیوالوں کیلئے ضرورت ہے کہ ان کے سامنے نمونہ پیش کیا جائے میں نے اپنے گھروں میں حکم دیدیا تھا کہ ایک وقت میں صرف ایک روٹی کھائی جائے۔ ہم اپنا پکاتے تھے۔ لیکن پھر بھی ایک ہی روٹی پر گذارہ کیا جاتا تھا۔ وہ وقت عام مصیبت کا تھا اور اس وقت نمونہ دکھانا ضروری تھا اور یہ تحریک مہینوں چلی۔ یہ عرصہ دسمبر سے جنوری فروری تک چلا گیا۔ اس دوران میں لنگر خانہ میں بھی ایک ہی روٹی دی جاتی تھی اور ہم لوگ گھروں پر بھی ایک ایک روٹی ہی کھاتے تھے جو مہمان آتے تھے۔ وہ بھی خوشی سے ایک ہی روٹی کھا لیتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں کھاتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ کافر بے سوچے

بھیجے کھا لیے۔ لیکن

مومن کے سامنے ہر قسم کی مشکلات

ہوتی ہیں۔ اس پر کئی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ جن کو وہ کھاتے وقت مدنظر رکھتا ہے۔ اس لئے وہ ایک آنت میں کھاتا ہے۔ پس جب ایسے دن آئیں۔ تو اپنی غذا کم کر دو۔ درحقیقت جو غذا ہم کھاتے ہیں وہ ساری کی ساری ہضم نہیں ہوتی۔ بعض میرے جیسے جسم والے لوگ بھی کھانے بیٹھیں۔ تو پانچ پانچ سات سات روٹیاں کھا جاتے ہیں۔ لیکن میں کبھی ایک روٹی کھاتا ہوں۔ اور کبھی آدھ روٹی کھاتا ہوں۔ پھر دیکھ لو زندہ ہوں۔ اور جب میں ایک آدھ روٹی کھا کر زندہ رہ سکتا ہوں تو میرے جیسا دوسرا آدمی بھی اتنی غذا کھا کر کم سے کم چھ سات ماہ گذارہ کر سکتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بھوک زیادہ لگتی ہے لیکن ہم کہیں گے۔ جو میسر ہے وہ کھاؤ۔ اور باقی صبر کرو۔ اب دیکھ لو گندم بیس یا بائیس روپے من ہے۔ لیکن اگر لوگ آدھی غذا کھانا شروع کر دیں۔ تو گندم گیارہ روپے فی من پر ان کے لئے ہو جائیگی۔ پھر جو لوگ ملازم ہیں۔ ان کو سال کے شروع میں روپیہ مل گیا تھا۔ اور انہوں نے گیارہ روپے فی من کے حساب سے گندم خرید لی تھی۔ اگر وہ آدھی غذا کھانا شروع کر دیں۔ تو ان کی گندم کا خرچ چوتھا حصہ رہ جائے گا۔ گویا پانچ چھ روپے من انہیں گندم پڑ گئی اور قحط کے دنوں میں ان کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم صحیح طریق اختیار نہیں کرتے۔ اگر ہم

صحیح طریق

اختیار کریں۔ تو کام بن جائے۔ پھر میں نے گھروں میں دیکھا ہے۔ بالعموم آٹے کا دس فی صدی خرچ خشکہ کا ہوتا ہے بعض باورچی ایک تہائی زیادہ خرچ کر دیتے ہیں۔ وہ زیادہ خشکہ لگاتے ہیں۔ اور اپنے آرام کی خاطر آٹے کا تیسرا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ بعض لوگ بغیر خشکہ کے روٹی پکا لیتے ہیں۔ لیکن کم از کم انہیں زیادہ خشکہ تو نہیں لگانا چاہیئے۔ کہ خشکہ لگانے میں زیادہ محنت۔ وقت اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ زیادہ خشکہ کا استعمال کرتے ہیں۔ پھر بعض اوقات کچھ حصہ کھانے کا ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ تو لوگ انہیں بخیل کہتے ہیں۔ لیکن اصل مدبر وہی ہوتے ہیں۔ وہ جتنا پکاتے ہیں کھا لیتے ہیں۔ کھانا ضائع نہیں کرتے۔ اگر

ضرورت کے مطابق

کھانا پکایا جائے۔ تو بہت کچھ کفایت ہو سکتی ہے۔ بخیل آدمی ہمیشہ اس طرح کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ تم تکلیف کے وقت بھی ایسا نہ کرو۔ لیکن لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں قحط میں بھی اتنا آرام ملے۔ جو تعیش اور آرام کے وقت میں بھی نہ ملتا ہو۔ پس قحط میں بھی ایسا انسان اپنے لئے خود تکلیف پیدا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی تکلیف نہیں آتی۔ پھر سالنوں کو بھی کم کیا جا سکتا ہے۔ روٹی تھوڑے سے سالن کے ساتھ بھی کھائی جا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک چمچہ چائے کا سالن لے لیتے تھے۔ اور روٹی کھا لیتے تھے۔ . . . . پس تم یہ چیزیں استعمال کرو۔ تو تمہاری تکلیف کم ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم قحط میں بھی ان چیزوں کو کم نہیں کرتے تو تم یہ امید کیسے کرتے ہو کہ جو چیز نہیں وہ تمہیں مل جائے۔ جو چیز موجود نہیں وہ نہیں مل سکتی۔ ہم نے تحریک جدید کے اجراء کے ساتھ ساتھ کفایت کا سلسلہ اس لئے شروع کیا تھا کہ انسان پر قحط کا وقت بھی آتا ہے جب ایسا وقت آجائے۔ تو وہ اشاعت اسلام میں سستی نہ کرے۔ وہ برابر چندے دے تا کام رکے نہیں جب اسے

سادگی کی عادت

ہو گی تو لازماً خرچ بھی کم ہو گا۔ اور جب خرچ کم ہو گا تو وہ قحط میں بھی چندے ادا کر سکے گا۔ لیکن جو شخص رفاہیت اور کھانے پینے میں تکلفات کا عادی ہے وہ شخص چندوں میں بھی سست ہو جائے گا۔ بیشک مومن تو ہر حالت میں مالی قربانی کرے گا۔ لیکن جو کمزور ایمان والا ہے وہ سہولت کے دنوں میں تو چندہ دیگا لیکن جب قحط کی حالت ہو گی تو وہ چندوں میں سستی کریگا اور اس طرح اپنے ثواب کو کم کرے گا۔ میں نے تحریک جدید کے اجراء کے وقت خاص طور پر عورتوں کو سادگی کی طرف توجہ دلائی تھی لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے پوری طرح تعاون نہیں کیا۔ اور مجھے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ لجنہ اماء اللہ نے اپنے فرض منصبی کو پورا نہیں کیا۔ وہ اس بات پر خوش ہیں۔ کہ انہوں نے مکان اور دفتر بنا لیا ہے۔ ممکن ہے کہ مجھے لجنہ اماء اللہ کو توڑ کر عورتوں کی تنظیم کسی اور رنگ میں کرنی پڑے۔ کیونکہ ان میں کام کی صحیح روح نہیں پائی جاتی۔ باہر سے مجھے چٹھیاں آتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے کوئی تحریک نہیں آتی۔ چٹھیوں کا جواب نہیں دیا جاتا۔ چنانچہ امریکہ سے مجھے خط آیا ہے کہ سال بھر میں مرکز کی طرف سے کوئی تحریک نہیں آتی۔ اور ہمیں پتہ نہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ دنیا خدا تعالیٰ اور دین سے دور جا چکی ہے۔ اور اب اس پر اتنے مصائب اور آفتیں آتی ہیں۔ کہ اس میں تڑپ پیدا ہو گئی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آواز آنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کی آواز کے بغیر ان کا گذارہ نہیں۔ بیرونی ملکوں سے بھی اس قسم کے خطوط آتے ہیں کہ دنیوی ذرائع سے اب ہم اتنے تنگ آگئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ ہی مدد کرے تو کرے۔ ہماری تمام تدابیر فیل ہو گئی ہیں۔ غیر اور دشمن تو اسلام سے ناواقف ہے ہی وہ اسلام کو ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے کہ انسان کو گھن آتی ہے۔ لیکن بڑی مصیبت یہ ہے کہ اپنے بھی اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اب مولویوں کا بڑا کام یہی ہے کہ جب احمدیت کہتی ہے کہ اسلام بالجبر نہیں پھیلا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ وہ جھوٹے ہیں۔ تو غیر احمدی مولوی کہتے ہیں۔ یہ کافر ہو گئے۔ کیونکہ یہ جہاد کے منکر ہیں جب ایک احمدی کہتا ہے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو محفوظ ہے۔ اور یہی ایسی کتاب ہے جو دوسری الہامی کتابوں کے مقابلہ میں سر اٹھا سکتی ہے۔ باقی تمام کتابیں محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ لیکن قرآن کریم ہر قسم کی تحریف و تبدل سے پاک ہے۔ تو غیر احمدی مولوی کہتے ہیں۔ یہ لوگ قرآن کریم میں نسخ کے قائل نہیں اس لئے کافر ہیں۔ جب ایک عیسائی کہتا ہے کہ مسیح بے گناہ تھا اسلئے اس نے سب لوگوں کے گناہ اٹھا لئے تو ایک احمدی کہتا ہے کہ تمہاری یہ تھیوری غلط ہے۔ سارے انبیاء بیگناہ تھے۔ تو غیر احمدی کہتے ہیں کہ دیکھو جی ان کے نزدیک نبی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ حالانکہ کئی نبیوں نے گناہ کئے ہیں اوروں کو تو جانے دو اپنے باپ کو کوئی برا نہیں کہتا لیکن غیر احمدی علماء ایسی احادیث پیش کرتے ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر حملہ کیا گیا ہے۔ گویا دشمن تو الگ رہا دوست بھی اس گراوٹ تک چلے گئے ہیں کہ اسلام کی شکل مسخ ہو گئی ہے۔ لوگ محرم میں امام حسین رضی کا ماتم کرتے ہیں۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسین رضی مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے لیکن حضرت امام حسین رضی کو مارنے والا تو ان کا ایک دشمن تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ مظلوم ہیں۔ کیونکہ آپ کو مارنیوالے خود آپ کو ماننے والے ہیں۔ اسی شخص کا خنجر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ پر سے گذر رہا ہے جس کو آپ نے دودھ پلا کر پالا تھا۔ وہی شخص جسے آپ نے قرآن کریم کی تعلیم کیساتھ انسان بنایا تھا۔ طرح طرح کے گند پھیلا کر اور آپ پر الزام لگا کر آپ کے وجود کو گھناؤنے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے پس اگر کسی کا ماتم ہونا چاہیئے تھا۔ تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ کہ آپ سے زیادہ مظلوم ہستی اور کوئی نہیں غیروں نے آپ کے متعلق ایسی کتابیں لکھیں کہ ایک حقیقی مسلمان انہیں پڑھ نہیں سکتا۔ اور اپنوں نے آپکی تعلیم کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ پس آج اگر کسی ماتم کا دن ہے تو ماتم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دن ہے یا تم حسین رضی کا دن نہیں کیونکہ آپ کے اپنے ماننے والوں نے آپ پر الزام لگائے اور آپ کو بدنام کیا۔ میں نے انہی حالات کو دیکھتے ہوئے اور ان کی غرض و غایت کو پہچانتے ہوئے جماعت کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ نوجوان آگے آئیں اور اشاعت اسلام کیلئے اپنی جانیں پیش کریں۔ وہ اپنی زندگیاں سلسلہ کیلئے وقف کریں۔ اور باقی لوگ اپنی جیبیں کھولیں۔ اور چندے دیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کے دل کھول دیئے۔ اور آپ نے تحریک جدید میں چندہ دیکر حصہ لیا۔ اور نوجوانوں کے دل کھول دئے اور انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ لیکن اب آہستہ آہستہ لوگوں کو مصیبت کے دن بھول گئے ہیں۔ حالانکہ مصائب آگے سے بھی زیادہ ہیں۔ اب نوجوان پہلے کی طرح اپنی زندگیاں وقف نہیں کر رہے بلکہ جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کی تھیں ان میں سے بعض نے آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کر دیا ہے۔ شروع میں میں نے یہ طریق رکھا تھا کہ جو واقف زندگی اپنے وقف سے بھاگے اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں میں نے سمجھا کہ جو اس قسم کے گندے لوگ ہیں ہمیں ان کو رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو شخص ہمارا نہیں ہم کیوں لیں اسلئے جو شخص جاتا ہے اسے جانے دو۔ چنانچہ جن نوجوانوں نے کہا کہ ہم وقف میں نہیں رہنا چاہتے اور انکے ذمہ کوئی تعلیمی یا دوسرا قرض نہ تھا میں نے انہیں فارغ کرنا شروع کر دیا اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ لوگ کسی نہ کسی معیار کے کمزور ضرور ہیں۔ یا تو وہ پورے غدار ہیں یا چوتھا حصہ غدار ہیں۔ یا ان میں دسواں بیسواں پچاسواں سواں یا ہزارواں حصہ غداری کا پایا جاتا ہے۔ اور غداری نہیں تو کمزوری ضرور ہے۔ بہر حال وہ شخص جو ایکدفعہ وقف کرتا ہے اور پھر اس سے پیچھے ہٹتا ہے غداری یا کمزوری سے پاک نہیں۔ اب ہماری یہ پالیسی ہے کہ جس شخص نے ہمارا روپیہ استعمال نہیں کیا۔ وہ اگر وقف سے فراغت مانگتا ہے تو مانگ لے۔ ہم اسے اجازت دے دیتے ہیں۔ ہاں ہم ان کو برا ضرور مانتے ہیں۔ جو وقف سے بھاگنا تو چاہتے ہیں لیکن وہ ہمارے منہ سے کہلوانا چاہتے ہیں۔ کہ تم چلے جاؤ۔ مثلاً وہ کام خراب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً غدار ہیں۔ لیکن جو شخص خود کہتا ہے کہ میں وقف سے فارغ ہونا چاہتا ہوں ہم اسے فارغ کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے ایمان میں کمزوری ہے شاید باہر جا کر اس کا ایمان مضبوط ہو جائے۔ لیکن جو شخص ہمیں دھوکہ دینا چاہتا ہے وہ باہر جا کر بھی کمزور اور بے ایمان ہی رہیگا چندوں کے لحاظ سے بھی جب میں نے ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کا اجراء کیا تھا اسوقت جماعت کی مالی حالت آج کی نسبت بہت کم تھی۔ اب تعداد بہر حال بہت زیادہ ہے اور مالی حالت تو اس زمانہ کی نسبت بہت اچھی ہے لیکن اسوقت جس طرح تحریک جدید کا خیر مقدم کیا گیا تھا ویسا خیر مقدم اب نہیں کیا جاتا۔ اب بھی لوگ تحریک جدید میں حصہ لیتے ہیں لیکن زیادہ تر تعداد حصہ لینے والوں میں انہی لوگوں کی ہے جنہوں نے شروع میں ہی میری آواز پر لبیک کہا تھا۔ بیشک بعد والوں میں بھی جوش ہے لیکن اتنا جوش نہیں جتنا ابتداء میں لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ اسوقت کام کی ابتداء ہے ابھی تک دنیا کی دو ارب بیس کروڑ کی آبادی میں ہمارے پچاس مبلغ کام کرتے ہیں اگر اس آبادی کے چوتھے حصہ تک بھی خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور سال میں پچاس کروڑ انسانوں کو چار صفحہ کا اشتہار صرف ایک دفعہ پہنچائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک ہزار اشتہار شائع کیا جائے تو اس پر بارہ روپے خرچ آتے ہیں۔ پھر ان اشتہارات کو لوگوں تک پہنچانے کو لیا جائے تو کل خرچ قریباً بیس روپے تک آئیگا۔ اور اگر ایک لاکھ اشتہارات چھپوائیں۔ تو دو ہزار روپیہ خرچ آئیگا۔ ایک کروڑ اشتہارات چھپوائیں تو دو لاکھ روپیہ خرچ آئیگا۔ اور اگر پچاس کروڑ اشتہارات شائع کریں تو ایک کروڑ روپیہ لگیگا یعنی ایک کروڑ روپیہ ہو تو دنیا کی چوتھائی آبادی کو صرف ایک دفعہ چار صفحہ کا ایک اشتہار بھیج سکتے ہیں۔ وہ بھی اس امید پر کہ چار میں سے ایک شخص اسے پڑھیگا اور باقیوں کو سنائیگا۔ اب

آپ لوگ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا بڑا کام ہمارے سامنے ہے۔ ابھی تو ہمارا لٹریچر اردو زبان میں بھی مکمل نہیں بڑا اور غیر زبانیں تو ابھی بالکل تشنہ ہیں۔ ابھی تک ہم نے بیرونی ملکوں کے احمدیوں میں

اسلام کے موٹے موٹے اصول

پھیلائے ہیں۔ لیکن اب وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم موٹے اصول پر کفایت نہیں کر سکتے۔ اب تو تفصیلی احکام بتاؤ۔ فقہ لاؤ۔ ان کتابوں کے ترجمے لاؤ۔ ابھی ایک ڈاکٹر صاحب جو انگلینڈ میں ہیں اور انہوں نے سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا ہے ان کا مجھے خط آیا ہے کہ میری بیٹیوں میں سعادت تو ضرور پائی جاتی ہے۔ اسلام کی طرف انہیں رغبت بھی ہے اور انہوں نے مجھے دیکھ کر اسلام بھی قبول کر لیا ہے۔ لیکن میرے پاس وہ کتابیں نہیں کہ جن سے میں انہیں بتا سکوں کہ ان پر کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ جن چیزوں کی ضرورت پہلے اسلامی جتھا کو تھی۔ اب ان چیزوں کی باہر بھی ضرورت ہے۔ اب ہمیں حدیث۔ تصوف۔ فقہ

قرآن کریم اور دوسرے ضروری مسائل

کا ترجمہ کر کے باہر پھیلانا ہوگا۔ اگر ایک زبان میں دس دس صفحات کی چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی پھیلائی جائیں تو دنیا میں پندرہ بیس ہزار زبانیں ہیں۔ اگر بڑی بڑی زبانوں کو ہی لیا جائے تو وہ بیس تیس زبانیں ہو جاتی ہیں۔ اگر ان زبانوں میں ہم ایک ایک لاکھ صفحات شائع کریں تو یہ بیس لاکھ صفحات ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہر کتاب کے دس دس ہزار نسخے بھی رکھے جائیں تو یہ اربوں صفحات بن جاتے ہیں اور پھر کہیں جا کر ان لوگوں کو اسلام کے ابتدائی مسائل سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تو انہیں یہ بھی پتہ نہیں لگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ مثلاً ہم انہیں کہتے ہیں روزہ رکھو۔ لیکن انہیں یہ علم نہیں کہ روزہ کیسے ٹوٹتا ہے۔ وہ روزے رکھ لیتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں بعض چیزیں کھا لیتے ہوں۔ مثلاً ان قوموں میں اگر روزہ کا یہ طریق ہے کہ ڈبل روٹی نہیں کھانی ہاں دودھ وغیرہ استعمال کر لینا چاہیئے۔ تو شائد وہ دودھ کا استعمال کر لیتے ہوں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب مخلص احمدی تھے۔ بعد میں وہ پیغامی ہو گئے۔ لیکن وہ بدگو نہیں تھے۔ وفات کے وقت انہوں نے

ندامت کا اظہار

بھی کیا۔ اسلئے ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں معاف کر دے اور انکی قربانیوں کا اچھا بدلہ انہیں دے۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت پیارے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں انگلینڈ گیا ہوا تھا وہ اکثر کاروبار کے سلسلہ میں ولایت جاتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً میں باورچی خانہ میں چلا گیا۔ تو نوکرانی ہنڈیا پکا رہی تھی۔ میں نے اُسے ہدایت کی ہوئی تھی کہ میرا کھانا الگ پکاتا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے میرا کھانا الگ پکایا ہے۔ اس نے کہا گھبرائیں نہیں آپ کا کھانا الگ پک رہا ہے۔ مجھے سور کے گوشت کی خوب پہچان ہے۔ اس لئے جب میں آپ کے لئے سالن ڈالتی ہوں تو سور کی بوٹیاں الگ کر لیتی ہوں میں نے کہا یہ کیا حماقت ہے۔ سور کا گوشت تو میرے مذہب میں حرام ہے اور تم میرے لئے اس ہنڈیا میں سالن پکاتی ہو جس میں سور کا گوشت پک رہا ہے۔ اور کہتی ہو میں بوٹیاں الگ کر لیتی ہوں۔ اس نے کہا اچھا آئندہ الگ کھانا تیار کیا کروں گی۔ کچھ دنوں کے بعد میں دوبارہ باورچی خانہ میں گیا اور دیکھا اگرچہ وہ الگ الگ ہنڈیا پک رہی ہیں لیکن اسکے ہاتھ میں ایک ہی چمچہ ہے۔ وہ وہی چمچہ کبھی ایک ہنڈیا میں پھیرتی ہے اور کبھی دوسری ہنڈیا میں میں نے کہا یہ تم کیا کر رہی ہو ایک ہی چمچہ میری ہنڈیا میں اور دوسری ہنڈیا میں پھیر رہی ہو۔ اس نے کہا تو یہ کیا اس طرح بھی کھانا حرام ہو جاتا ہے! اچھا آئندہ میں احتیاط کروں گی۔ پس ان کی ناواقفیت ایسی ہے کہ کوئی تعجب نہیں کہ وہ روزے رکھ لیتے ہوں اور

روزہ کی حالت میں

بعض چیزوں کا استعمال بھی کر لیتے ہوں۔ مثلاً ہندو روزے میں چولھے کی پکی ہوئی چیز نہیں کھاتے لیکن وہ دو دو تین تین سیر خربوزے کھا لیتے ہیں، انگور یا سیب کھا لیتے ہیں۔ اب جو شخص ہندوؤں سے مسلمان ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے۔ کہ روزہ کی حالت میں وہ چولھے کی پکی ہوئی چیز نہ کھاتا ہو۔ دوسری چیزیں کھا لیتا ہو غرض جب تک تفصیلات سے دوسری قوموں کو واقفیت نہیں ہو گی وہ صحیح طور پر اسلام کی تعلیم پر عمل نہیں کر سکتیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ کتب کا ان کی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔ ہماری منزل تو ابتدائی ہے۔ ابھی انتہا بہت دور ہے اگر ہم ابتدا میں ہی تھک کر رہ گئے تو آخر میں ہمارا کیا حال ہوگا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے ابتداء میں یہ تحریک مجھ سے مخفی رکھوائی۔ اگر وہ پہلے اس بات کا انکشاف کر دیتا کہ یہ تمہارے لئے اور تمہاری آئندہ نسلوں کے لئے ہے تو شائد تم میں سے بہت سے لوگ اس

ثواب سے محروم

رہ جاتے۔ اس نے مجھ سے یہ بات چھپائے رکھی اور صرف تین سال کے لئے تحریک کروائی۔ اور پھر اس صورت میں بھی حقیقت پردہ میں رکھی۔ میرے الفاظ خطبہ میں مبہم رنگ میں چھپ گئے اور بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہم ایک سال چندہ دینگے اور وہ آئندہ تین سالوں میں خرچ ہوگا۔ لیکن جب دوسرے سال ان سے چندہ مانگا گیا۔ اور انہیں بتلایا گیا کہ یہ تحریک تین سال تک رہیگی تو انہوں نے کہا اچھا یہ بات ہے۔ ہم تو یہ خیال کرتے تھے۔ کہ صرف ایک سال چندہ دینا ہے اچھا چندہ لے لو۔ تین سال گذر گئے تو میں نے اس تحریک کو دس سال تک بڑھا دیا تو لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ سات سال اور ہیں۔ چلو اتنے سال اور چندہ دے دیں۔ دس سال گذر گئے پر آپ لوگ اس قابل ہو گئے کہ لمبا قدم اٹھا سکیں۔ اسلئے میں نے اس تحریک کو ۱۹ سال تک بڑھا دیا۔ چونکہ یہ فاصلہ زیادہ تھا۔ اس لئے بعض لوگ اس دفعہ گر گئے۔ اور انہوں نے خیال کر لیا کہ چلو دس سال پورے ہو گئے ہیں۔ پھر یہ تحریک ۱۹ سال کے قریب آئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں یہ سوال پیدا کیا کہ میں نے یہ کام کس غرض کے لئے جاری کیا تھا میں نے — یہ کام میں نے تبلیغ اسلام کیلئے جاری کیا تھا۔ سو پر خدا تعالیٰ نے مجھ پر القاء کیا کہ کیا تبلیغ اسلام صرف ۱۹ سال تک ہو گی۔ بعد میں یہ کام معاف ہو جائے گا تب میری آنکھیں کھلیں اور میں نے جماعت پر یہ واضح کیا کہ یہ کام قیامت تک جاری رہیگا اور جس دن بھی ہم نے اس کام کو چھوڑ دیا ہم مر گئے۔ اسکی مثال تو بالکل ایسی ہی ہے جیسے میں ایک دفعہ جمعہ پڑھ کر بیٹھا تھا تو ایک دوست نے کہا ایک پیر صاحب آئے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ آپ سے ملاقات کریں۔ میں نے کہا انہیں آگے لے آئیں چنانچہ وہ پیر صاحب آئے اور کہا میں یہاں آیا تھا اسلئے میں نے خیال کیا کہ آپ سے ملاقات بھی کر لوں۔ وہ سید بھی تھے۔ اور پیر بھی۔ انہوں نے کہا مجھے ایک مسئلہ بتائیں اگر ایک دریا کو عبور کرنے کیلئے کوئی شخص ایک کشتی میں بیٹھے۔ تو کیا جب کشتی دوسرے کنارے تک پہونچ جائے تو وہ کشتی سے اتر جائے یا کشتی پر ہی بیٹھا رہے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ عبادت تو خدا تعالےٰ کے ملنے کے لئے کی جاتی ہے۔ جب خدا تعالیٰ مل جائے تو عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ نماز روزہ اور دوسری عبادت تو ان لوگوں کے لئے ہیں جنہیں خدا تعالےٰ نہیں ملا۔ جنہیں خدا تعالےٰ مل گیا ہے انہیں ان عبادات کی کیا ضرورت ہے میں نے کہا پیر صاحب اگر دریا کا کنارہ ہے تب تو اتر جانا چاہیئے کشتی میں بیٹھے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اگر دریا کا کنارہ ہی نہیں تو جہاں آپ اترے وہیں ڈوبے حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ غیر محدود ہے اگر اس کا ایک کنارہ نظر آتا ہے تو وہاں پہنچنے پر دوسرا کنارہ نظر آجائے گا اور اگر انسان اس دوسرے کنارے پر پہونچ گا تو اُسے ایک اور کنارہ نظر آجائے گا۔ اگر کوئی انسان ہو تو اسے بغل گیر ہو کر دوسرا شخص مل سکتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ تو غیر محدود ہے۔ اگر اسے ایک جگہ چھوڑ دیا جائے تو اس کا وجود اور بھی ہے اور اگر اس جگہ چھوڑ دیا تو اور باقی ہے اسی طرح تبلیغ بھی ہمیشہ کے لئے ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے تیرے ماننے والے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے اسکے یہ معنے ہیں کہ ہمیشہ ایسے آدمی موجود رہیں گے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لائینگے اور جب حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا قرآن کریم نے بھی ضروری قرار دیا ہے تو جو لوگ مسیح کو نہیں مانیں گے۔ قرآن کریم کو بھی نہیں مانیں گے۔ پس لازماً قیامت تک کچھ ایسے لوگ بھی موجود رہیں گے۔ جو اسلام میں داخل نہ ہوں گے۔ تو ان کو منوانے کے لئے بھی بعض

مبلغین کی ضرورت

رہیگی لڑکیاں ایک کھیل کھیلتی ہیں۔ اب تو وہ کھیل کھیلتے میں نے لڑکیوں کو نہیں دیکھا۔ پہلے اس کھیل کا رواج زیادہ تھا۔ وہ کھیل اس طرح کی ہوتی ہے کہ پانچ چھ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہیں اور پانچ چھ لڑکیاں ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ایک طرف کی لڑکیاں دوسری طرف کی لڑکیوں کے پاس آتی ہیں۔ تو وہ فاشان سے فقرہ مانگتی ہیں یا کوئی اور چیز مانگتی ہیں۔ بہرحال وہ سائل بن کر آتی ہیں! اور اپنا سوال پیش کرتی ہیں۔ تو دوسری طرف کی لڑکیاں کہتی ہیں ہم نے نہیں دینا۔ اور جب وہ کہتی ہیں نہیں دینا تو کھیل شروع ہو جاتی ہے۔ ایک طرف کی لڑکیاں کہتی ہیں "نہیتوں دینا" دوسری کہتی ہیں "لے کے رہنا" اور دیر تک یہ مشغلہ جاری رہتا ہے۔ دونوں فریق اپنی ضد پر مصر ہوتے ہیں۔ اس طرح قرآن کریم کہتا ہے کہ قیامت تک کچھ لوگ ایسے موجود رہیں گے جو کہیں گے ہم نے نہیں ماننا۔ تو تمہارا بھی یہ کام ہے کہ تم کہو ہم نے منوا کے چھوڑنا ہے تمہارا ایمان اور جذبہ بہرحال چھوٹی بچیوں سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ تمہاری غیرت ان سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ اگر ان میں سے ایک فریق یہ کہتا ہے کہ ہم نے نہیں دینا تو دوسری لڑکیاں کہتی ہیں کہ ہم نے لیکر جانا ہے۔ تمہارا بھی یہ کام ہے کہ اگر کچھ ایسے لوگ ہوں جو کہیں ہم نے نہیں ماننا۔ تو تم کہو ہم نے منوا کر چھوڑنا ہے۔ غرض یہ

خدا تعالےٰ کی حکمت

ہے کہ اس نے مجھ سے پہلے چند سال کے لئے تحریک کروائی۔ اور پھر اسے بڑھوا دیا۔ اور جب آخری سال یعنی انیسواں سال قریب آیا۔ تو اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ انیس کا عدد کوئی چیز نہیں۔ جب تک میں اور آپ لوگ زندہ ہیں یہ فرض ہے جو خدا تعالےٰ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے اور جب تک ہماری اولادیں زندہ رہیں گی۔ اس وقت تک یہ فرض ہے۔ جو ان کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ اسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ اور اسی طرح ہر نسل پر واجب ہوتا چلا جائے گا۔ اگر تم ایک زندہ قوم ہو۔ تو یہ فرض تم سے تمہاری اولادوں کی طرف اور تمہاری اولادوں سے ان کی اولادوں کی طرف قیامت تک منتقل ہوتا رہے گا۔ اور اگر تم زندہ قوم نہیں ہو تو تم میں سے جن میں

سچا ایمان

پایا جاتا ہے۔ وہ جب تک زندہ رہیں گے! اور جتو اس دنیا سے نہیں دوسری دنیا میں نہیں لے جاتی اس وقت تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وہ بلند کرتے رہیں گے۔ گویا تحریک جدید ایک دن کی نہیں وہ دو دن کی نہیں بلکہ ہر مومن کے لئے ہمیشہ کیلئے ہے۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے کہ قیامت تک تم میں ایسی جماعت رہنی چاہیئے جو تبلیغ اسلام کا کام کرے۔ یہ آیت ایک دن کیلئے نہیں یہ آیت دو دن کے لئے نہیں بلکہ یہ آیت قیامت تک کیلئے ہے اسی طرح تحریک جدید بھی قیامت تک کیلئے ہے کیونکہ یہ اس آیت کا ترجمہ ہے۔ جو شخص اپنی اس ذمہ داری کو سمجھتا ہے وہ قرآن کریم کو مانتا ہے اور جو اپنی اس ذمہ داری کو نہیں سمجھتا وہ قرآن کریم کو نہیں مانتا۔ اور جتنا جتنا کوئی شخص اس تحریک سے دور ہے اتنا ہی وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے دور ہے

پس میں آج تحریک جدید کے انیسویں سال کا اعلان کرتا ہوں اگر تم میں ایمان ہے تو تمہیں یہ کہنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اس انیس کو اڑتیس بنائے۔ اور اڑتیس کو چھہتر بنائے اور اس

تحریک کو اس وقت تک لیا کرے جبتک کہ آخری سانس موت کے حوالہ نہ کر دیں۔ لڑائی میں مارا جانیوالا سپاہی اور وہ سپاہی جو لڑائی میں مارا نہیں جاتا۔ ہاں وہ حکومت کا فرمانبردار ہوتا ہے بظاہر دونو برابر معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑائی میں مارا جانے والا سپاہی دوسرے سپاہی سے درجہ میں بلند ہے۔ جہاد قلمی اور سیفی دونوں طرح کا ہوتا ہے جس طرح سیفی جہاد میں مارا جانے والا شخص بلند مرتبہ پاتا ہے اسی طرح جو شخص تعلیم اور تبلیغ کے جہاد میں مرتا ہے اس کا مقام بھی نہایت بلند ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ آپ جہاد کرتے ہوئے فوت نہیں ہوئے کیونکہ آپ آخری دم تک تبلیغی تنظیمی اور تعلیمی جہاد کرتے رہے اور اسی جہاد کے دوران میں آپ فوت ہوئے۔ پس ہر مومن جو اس جہاد میں حصہ لیتا رہے گا۔ وہ اسے مبارک رہا جائے گا۔ ہاں چونکہ اب مختلف دور بن جائیں گے۔ اس لئے جو لوگ اس جہاد میں پہلے شریک ہوئے۔ وہ

سابقون الاولون کا خطاب

پائینگے۔ کیونکہ سب سے پہلے دین کے جھنڈے کو بلند کیا۔ اور ثانی لوگ صرف مجاہد کہلائیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان مجاہدین میں سے بعض لوگ سابقون الاولون ہونگے لیکن جو لوگ ابتداء میں اس جہاد میں شریک ہوئے۔ وہ بحیثیت جماعت سابقون الاولون قرار پائینگے۔ اور بعد میں آنیوالے صرف انفرادی طور پر اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں جب بیعت رضوان ہوئی۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آپ مرتے دم تک مکہ والوں کے ساتھ لڑیں گے آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بطور ایلچی مکہ والوں کی طرف بھیجا تھا اور ان کے متعلق مشہور ہو گیا تھا کہ مکہ والوں نے انہیں قتل کر دیا ہے اور ایلچی کا قتل کیا جانا نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ اس وقت کے کفار میں بھی برا سمجھا جاتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ اگر یہ بات سچی نکلی۔ تو آپ مکہ والوں سے لڑیں گے۔ اور پیچھے نہیں ہٹیں گے بعض لوگوں کی نظریں ایمان کیوجہ سے وسیع ہوتی ہیں۔ بنو اسد کا ایک آدمی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کس بات پر بیعت کرنا چاہتے ہو۔ اس نے عرض کیا میں اس چیز کے لئے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپ کے دل میں ہے۔ وہ آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر پہچان گیا تھا۔ کہ آپ کا فیصلہ کیا ہے آپ نے فرمایا میرے دل میں کیا ہے؟ اس شخص نے کہا یہی کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں یا فتح حاصل کریں۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اور اس شخص نے بیعت کر لی۔ غرض وہ پہلا شخص تھا جس نے

بیعت رضوان کے موقعہ پر

خود پیش ہو کر بیعت کی۔ اسکے بعد باقی صحابہؓ آگے بڑھے اور سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس واقعہ کے بعد جب کبھی صحابہؓ بنو اسد کے کسی شخص سے ملتے تو ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بیعت رضوان میں تم لوگوں کو ہم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ تم نے اس بات میں ابتداء کی اور اس طرح اس فخر کو حاصل کر لیا۔ تو مومن ایمان کی وجہ سے یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ آگے بڑھے اور اپنی خدمات پیش کرے۔ بیشک دنیا میں تغیرات بھی آئیں گے۔ خرابیاں بھی ہوں گی۔ قحط بھی پڑیں گے۔ مصائب اور آفات بھی آئینگی۔ لیکن جو شخص مومن ہے اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

قحط اور مصائب

اس کے قدم کو سست نہیں کرینگے۔ پس تحریک جدید کو آگے بڑھانا ہمارا کام ہے۔ یہ کام کبھی ختم نہیں ہوتا۔ پہلی جماعت جس نے اس میں حصہ لیا۔ وہ سابقون الاولون کہلائے گی۔ اور جو بعد میں آئے وہ مجاہد کہلائیں گے۔ پھر ان مجاہدین میں سے بھی بعض اپنے اپنے وقت میں سابقون ہوں گے لیکن یہ صرف بحیثیت فرد سابقون ہونگے۔ اور جو جماعت پہلے دور میں اس جہاد میں شریک ہوئی۔ وہ من حیث الجماعت سابقون الاولون ہو گی۔

میں تحریک جدید کے کارکنوں کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ افسوس ہے کہ کارکن کام کو اس طرح نہیں کرتے کہ چندے سو فیصدی جمع ہوں۔ مثلاً دورِ دوم کا ہمیشہ ہی یہ حال رہا ہے کہ وہ کبھی سو فی صدی پورا نہیں ہوا۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ اس دور میں حصہ لینے والے اخلاص میں کم ہیں۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ کارکن کام میں سست ہیں اس لئے اس دور کا چندہ پورے طور پر وصول نہیں ہوتا۔

وعدوں کے لحاظ سے

دورِ دوم کے مخلصین بھی ترقی کر رہے ہیں۔ پچھلے سال ایک لاکھ بیس ہزار کے وعدے تھے۔ اور اس سال ایک لاکھ چالیس ہزار کے وعدے تھے۔ لیکن پچھلے سال ۹۶ فی صدی وعدے وصول ہوئے تھے۔ اور اس سال ۸۴ فی صدی وعدے وصول ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سال گذشتہ سال کی نسبت رقم زیادہ آئی ہے مگر فی صدی نسبت کم ہو گئی ہے۔

اسی طرح واقفین کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اخلاص کو دیکھیں۔ عاشق وقت کو نہیں دیکھا کرتا۔ نوکر وقت کو دیکھتا ہے۔ ہمارے ہاں تو اصل غرض کام ہے۔ ہم وقت پر کریں۔ اسکا یہ ہونا ہے۔ کہ اگر کہیں کوئی [illegible] ہوتا ہے تو میں دفتر کو توجہ دلاتا ہوں۔ پھر کچھ [illegible] دریافت کرتا ہوں۔ تو مجھے بتایا جاتا ہے کہ [illegible] ماہ ہوئے ہم نے ایک خط لکھا تھا۔ مگر اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ گویا ایک خط لکھ کر تین ماہ تک خاموشی طاری رہتی ہے۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ ہر دس دن کے بعد خط لکھا جاتا۔ میں یاد کراتا ہوں۔ تو خط لکھتے ہیں۔ یہ

سستی کی علامت

ہے اور مومن کو اس سے بچنا چاہیئے۔ میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ وقت کی قدر کو سمجھیں۔ جو بھاگنے والے ہیں میں انہیں کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں۔ کہ ہمیں ان سے نجات مل گئی۔ لیکن جو نوجوان وقف میں نہیں آئے۔ انہیں میں کہتا ہوں کہ اخلاص سے آگے آؤ۔ ہمیں لاکھوں نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ اگر ہر پانچ سو افراد پر بھی ایک مبلغ ہو۔ تو دو ارب بیس کروڑ کی آبادی کے لئے ہمیں پچاس لاکھ مبلغین کی ضرورت ہے۔ ابھی وہ زمانہ نہیں آیا۔ کہ ہم تبلیغ کے فرض سے فراغت حاصل کریں اور نہ کوئی ایسا وقت آسکتا ہے۔ اگر ایسے موقعہ پر نوجوان قربانی نہیں کریں گے۔ تو اور کون کرے گا۔ تم کو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ انسان کی زندگی کا بہترین مصرف یہی ہے کہ وہ

خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو

جو شخص اسے چٹی سمجھتا ہے اس کے ایمان میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ اس کمزوری کو دور کرنا چاہیئے۔ جس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے وہ اس موقعہ پر آگے بڑھتا ہے۔ صحابہؓ کو دیکھو لو۔ ان میں یہ روح کس حد تک پائی جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بہت بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔ لیکن جب مسلمان ہوئے تو پھر ہمیشہ مسجد میں ہی رہے آپ فرماتے تھے۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو سنوں۔ آپ کی ہر مجلس میں بیٹھوں۔ تاکہ بعد میں آنے کی وجہ سے جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہو جائے۔ چنانچہ آپ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات سنتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اگر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے عشرہ مبشرہ کی ساری روایات بھی اکٹھی کر لی جائیں۔ تو وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایتوں سے تعداد میں کم ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمان ہوئے تو آپ نے کوئی موقعہ جانے نہیں دیا۔ آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے مسجد میں ہی ڈیرہ لگا لیا۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ کسی وقت غیر حاضر رہنے کی وجہ سے آپ کی باتیں نہ سن سکیں۔ تم بھی

وقف کی عظمت

کو سمجھو۔ وقف کا بدلہ پیسوں اور عہدوں سے نہیں ملتا۔ وقف کا بدلہ خدا تعالیٰ سے ملتا ہے۔ سلسلہ کے ابتدائی زمانہ میں علماء نے دین کی بہت خدمت کی ہے۔ لیکن اب تعلیم بھی زیادہ ہے۔ سامان اور سہولتیں بھی میسر ہیں لیکن علماء مسجدوں میں نہیں آتے دنیا کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ انہیں عہدوں اور تنخواہوں کا خیال زیادہ رہتا ہے یہ بات بتاتی ہے کہ انہیں صرف عہدوں اور مال سے دلچسپی ہے۔ حالانکہ عہدوں سے روحانیت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جن کاموں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہی کام کرنے چاہئیں۔ اور انہی کی طرف دوڑنا چاہیئے۔

تحریک جدید میں آپ کی شمولیت

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۲ء جو

حضور نے تحریک جدید

کے نئے سال کا آغاز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے احباب کی خدمت میں پیش ہے۔ اس خطبہ کو اگر آپ پہلے بھی پڑھ یا سن چکے ہوں تو اب ایک بار نہیں بلکہ

بار بار پڑھیں اور سنیں

کیونکہ اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اس عظیم الشان مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا صحیح احساس ہر مومن کے دل میں پیدا ہونا چاہیئے۔

تحریک جدید کے نظام کو زیادہ سے زیادہ مستحکم اور وسیع کرنے کی غرض دنیا کے ہر ملک میں

غلبہ اسلام

کے دن کو قریب لانا ہے اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جبکہ جماعت کا ہر دوست عملی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے

حضرت اقدس کی آواز پر لبیک

کہنے اور اپنا قدم نیکی کی طرف آگے بڑھاتے ہوئے تحریک جدید کے نئے سال میں اپنے وعدہ جات اضافہ کے ساتھ ارسال کرے۔

ہندوستان [illegible]

جملہ وعدہ جات جماعت کے سیکرٹری تحریک جدید (جہاں سیکرٹری تحریک جدید نہ ہو وہاں سیکرٹری مال کے ذریعہ سے دفتر وکیل المال تحریک جدید قادیان میں جلد از جلد پہنچنے چاہئیں۔

جہاں باقاعدہ جماعتیں نہ ہوں۔ وہاں کے احباب کو اپنے وعدہ جات براہ راست مرکز میں بھجوانے چاہئیں۔ اور وعدوں کے ساتھ اس امر کی بھی معین رنگ میں وضاحت کی جانی چاہیئے۔ کہ وہ موعودہ رقم

کب اور کس طرح

ادا کی جائے گی۔

امید ہے کہ جماعتہائے ہندوستان کا کوئی بھی احمدی اس تحریک میں شامل ہونے سے محروم نہیں رہے گا۔ (وکیل المال تحریک جدید قادیان)

چھتیس (۳۶) سال قادیان میں

از مکرم خواجہ غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل

(۷)

اس سلسلہ کا نمبر (۸) "بدر" ۴ ستمبر ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔ نمبر (۷) نہیں چھپا جواب شائع کیا جاتا ہے

خلافت ثانیہ کے پہلے ہی جلسہ سالانہ کے موقع پر میری متاہلانہ زندگی کی صورت پیدا ہو گئی۔ اور وہ بھی نہایت عجیب اور حیرت انگیز طریق سے۔ اور محض حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی اور غیر معمولی نوازش کی وجہ سے۔ واقعہ یوں ہوا۔ کہ حضور نے اپنی جلسہ سالانہ کی پہلی تقریر میں جماعت کو بعض ضروری ہدایات دیتے ہوئے ایک بات یہ بیان فرمائی۔ کہ چونکہ جماعت کو رشتہ ناطہ کی بہت مشکلات درپیش ہیں۔ ہم اپنی جماعت سے باہر لڑکیوں کے رشتے نہیں کر سکتے۔ مگر غیر از جماعت لوگ ہمارے قابل اور لائق لڑکوں کو بخوشی رشتہ دے دیتے ہیں۔ اس لئے احمدی لڑکیوں کے رشتوں کی مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں۔ ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ جماعت میں ہی لڑکوں کے رشتے کریں۔ باہر نہ کریں۔ سوائے کسی مجبوری کے۔ اور اسکی اجازت مرکز سے حاصل کی جائے۔

اتفاق سے انہی دنوں والدہ ماجدہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ہاں میرے رشتے کے متعلق سلسلہ جنبانی کر رہی تھیں۔ اگرچہ میری قادیان میں رہائش کی وجہ سے وہ لوگ بہت بدکے ہوئے تھے۔ تاہم ایک جگہ رشتہ قریباً طے پا چکا تھا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا تقریر میں نے ہی لکھی تھی۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد میں نے جائے رہائش پر آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ والدہ ماجدہ کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ آپ میری شادی کے لئے کوئی کوشش نہ کریں۔ ہم کو اپنی جماعت سے باہر شادی کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ قادیان سے ڈاک اگرچہ دوپہر کو نکلتی تھی۔ لیکن میں نے یہ خط اسی وقت رات کو لیٹر بکس کے حوالے کر دیا۔ اور خود لدھیانہ کی جماعت کے سیکرٹری شیخ محمد شفیع صاحب سے ملنے کے لئے مدرسہ احمدیہ کے احاطہ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں جماعت احمدیہ لدھیانہ ٹھہری ہوئی تھی۔ میں احمدیہ چوک سے چند ہی قدم آگے بڑھا تھا۔ کہ مجھے ایک صاحب ملے۔ جن کا نام قریشی امیر احمد صاحب تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ قادیان میں ہی رہتے تھے۔ مگر میرا ان سے کوئی تعارف نہ تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کیا ارادہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔ جب خدا تعالیٰ کوئی سامان کرے گا ہو جائے گی۔ یہ کہنے لگے تم اپنے کمرہ میں چلو۔ اس وقت اس بارے میں کچھ کوشش کرتے ہیں۔ میں واپس اپنے کمرہ میں آگیا۔ جو دراصل دفتر "الفضل" کا ہی ایک کمرہ تھا۔ میں وہیں کام کرتا اور وہیں رہائش رکھتا تھا۔ میں آکر بیٹھا ہی تھا۔ کہ ایک معمر شخص تشریف لائے۔ اور رقعہ لکھنے کے لئے مجھ سے کاغذ اور دوات مانگی۔ چونکہ جلسہ سالانہ کے ایام تھے۔ مہمان کثرت سے ادھر ادھر آتے جاتے تھے۔ "الفضل" کے دفتر میں بھی ان کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ میں نے ایک مہمان سمجھ کر کاغذ اور قلم پیش کیا۔ انہوں نے کچھ لکھا اور چلے گئے۔ صبح کو قریشی صاحب نے بتایا کہ ان کا نام مرزا محمود بیگ ہے۔ پٹی ضلع لاہور کے باشندہ ہیں۔ وہ اب اس معاملہ کو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ان کے مدنظر بعض اور بھی رشتے ہیں۔ پھر حضور جو فرمائیں گے اس پر عمل کریں گے۔

یہ باتیں سن کر مجھے اپنے متعلق بہت سی مایوسی ہوئی کیونکہ میں ان سب باتوں سے محروم تھا۔ جو ایسے موقع کے لئے ضروری سمجھی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں میں ایسی حالت میں تھا کہ کسی سے میرے گہرے مراسم اور تعلقات نہ تھے۔ اور کوئی میری کسی قسم کی ذمہ داری اٹھانے اور میرے لئے سعی کرنے والا نہ تھا۔ میری ذاتی دوڑ دھوپ اول تو کچھ حقیقت نہ رکھتی تھی۔ دوسرے اس کی موزونیت بھی مخدوش تھی۔ تاہم مجھے یہ خیال ضرور تھا۔ اور اسی کے سہارے میری تگ و دو تھی۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے مجھے کچھ شرف نیاز حاصل ہے۔ جب آخری فیصلہ حضور کے ہاتھ میں ہے۔ تو میں عرض کروں گا۔ اور مجھے توقع تھی۔ اگر حضور کے نزدیک یہ رشتہ میرے لئے موزوں ہوا۔ تو میرا ضرور خیال رکھا جائے گا۔ اسی امید اور توقع پر میں نے حضور کی خدمت میں عریضہ لکھا اور بڑی جرأت سے کام لے کر حضور کے دست مبارک میں اس وقت دیا۔ جب حضور ظہر و عصر کی نماز پڑھا کر اندر تشریف لے جا رہے تھے۔ دوسرے یا تیسرے دن عصر کی نماز کے وقت حضور نے مجھے فرمایا: "آج استخارہ کر لو۔ کل تمہارا نکاح پڑھا دیں گے"۔ یہ سن کر میں بھونچکا سا رہ گیا۔ خوشی کی بجائے ایک قسم کی ذمہ داری کا بوجھ اور فکر لاحق ہو گیا۔ اور یہ خطرہ محسوس ہوا کہ یہ چھوٹا سا سامان بھی کون سرانجام دیگا۔ دراصل سارے مراحل اتنے جلدی اور اس سرعت کے ساتھ طے ہو گئے۔ کہ میری توقع کے بالکل خلاف تھے۔ میرا خیال تھا۔ کہ اس معاملہ کے سرانجام پانے میں کچھ عرصہ لگے گا۔ اور جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ میرا خیال غلط نہ تھا۔ لیکن حضور نے جو ارشاد فرمایا۔ اس کو مبارک سمجھ کر فوراً قبول کر لیا گیا۔ اس طرح فوری فیصلہ ہو گیا۔ جس پر میں گھبرا گیا۔ میں اور تو کچھ کر نہ سکتا تھا۔ مکرمی قاضی اکمل صاحب کے پاس گیا۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ ممکن ہے لڑکی کو استانی جی جانتے ہوں۔ ان سے پوچھ کر تم کو مشورہ دے سکوں گا۔ مگر اتنی جلدی مشکل ہے۔ آج کل جلسہ کی وجہ سے وہ بہت مصروف ہیں۔ فی الحال اگر تم حضرت صاحب سے یہ کہہ سکو کہ دیکھنے کا مرحلہ باقی ہے۔ تو ممکن ہے حضور کچھ دنوں کے لئے نکاح کا اعلان ملتوی فرما دیں۔ حضور سے یہ بات کہنا تو بڑی مشکل تھی لیکن جب مجھے بتایا گیا۔ کہ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔ تو میں نے اسی دن مغرب کی نماز کے وقت حضور سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مافی الضمیر کا اظہار کرنے کی کوشش کی۔ حضور میرا ایک آدھ ہی لفظ سن کر میری بات سمجھ گئے۔ اور فرمایا "لڑکی میں نے جو دیکھی ہوئی ہے"۔ اس پر میں یہ سمجھ کر کہ کل یقینی طور پر نکاح پڑھا جائے گا مطمئن ہو گیا۔ کہ خدا تعالیٰ خود ہی کچھ نہ کچھ انتظام کر دیگا۔ چنانچہ دوسرے دن حضور نے عصر کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں خود خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے اعلان فرما دیا۔ اس خطبہ کا ایک فقرہ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ حضور نے فرمایا۔

"دونوں فریق نے مہر کی تعیین مجھ پر رکھی ہے! اور میں دو سو روپیہ مہر مقرر کرتا ہوں۔ اگرچہ لڑکے کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ بھی زیادہ ہے مگر میں اسے اخبار کا کام سکھا رہا ہوں۔ امید ہے وہ اچھی ترقی کرے گا"

جس وقت یہ خطبہ پڑھا گیا۔ ان ایام میں میری حالت یہ تھی۔ کہ "الفضل" کے دفتر میں ہی میری رہائش تھی۔ دو تین برتن۔ چارپائی۔ بستر۔ ایک ٹرنک ساری جائیداد تھی۔ کھانے کا کہیں مستقل اور باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ نانبائی کی کوئی دکان ہی نہ تھی۔ ان حالات میں قریشی امیر احمد صاحب نے ہی یہ مہربانی بھی کی۔ کہ مرزا محمود بیگ صاحب سے میرا تعارف اور پہلی ملاقات کرانے کے لئے ان کی اور میری دعوت اپنے ہاں کی۔ اور ہم نے دفتر اخبار "بدر" کی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کے ایک کونہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کیونکہ قریشی صاحب کا رہائشی مکان بھی ایسا نہ تھا۔ جس میں ہم دو آدمیوں کے بیٹھنے کا انتظام ہو سکتا۔ اس سے اس وقت کی قادیان میں مکانات کی قلت اور مشکلات کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ نے چند سال میں بڑے بڑے وسیع محلے آباد کر دیئے۔ بڑے فراخ اور وسیع مکانات عطا کر دیئے۔ بجلی اور پانی کی سہولتیں مہیا کر دیں۔ ایسی عظیم الشان کوٹھیاں تعمیر کرا دیں۔ کہ فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس ٹمک کو مع اہلیہ صاحبہ بسہولت اتارا گیا۔ اور مہاراجہ پٹیالہ آرام فرما سکے۔ یہ دونوں صاحب قادیان تشریف لائے تھے۔ اور جب ۱۹۴۷ء میں ہمیں قادیان کو چھوڑنا پڑا۔ تو اس وقت ضروری ساز و سامان کے لحاظ سے سارے ہندوستان میں کوئی ایسا قصبہ نہ تھا۔ جو قادیان جتنی آبادی رکھتا ہوا قادیان سے بڑھ کر تو الگ رہا قادیان کے برابر بھی ضروری سامان اور اسباب رکھتا۔

نکاح کا اعلان ہو جانے کے بعد میں نے والدہ ماجدہ کو اس کی اطلاع دی۔ مگر رشتہ سے انکار کا خط لکھنے کے اتنی جلدی بعد یہ واقعہ رونما ہوا۔ کہ مجھے اسکی اطلاع دینے میں حجاب سا محسوس ہونے لگا۔ اس لئے کہ شاید والدہ صاحبہ خیال فرمائیں کہ میں نے سب کچھ طے کر لینے کے بعد ان کا انکار کا خط لکھا تھا۔ حالانکہ جس وقت میں نے ان کو خط لکھا۔ اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ اتنی جلدی کوئی صورت پیدا ہو جائیگی۔ میں نے تفصیل کے ساتھ سارے حالات والدہ صاحبہ کو لکھ دیئے۔ اور میری کتنی بڑی خوش نصیبی تھی۔ کہ انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ ہر ممکن امداد دینے کے متعلق تسلی دی۔ اور خدا کے فضل سے کافی سے بڑھ کر امداد دی۔ باوجود اس کے کہ عرصہ سے بیوگی کی زندگی گذار رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ تھا۔ اور آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ میرے تایا صاحب پر بھی میری شادی کا اچھا اثر ہوا۔ انہوں نے اس کے بعد نہ صرف احمدیت کی مخالفت میں خموشی اختیار کر لی۔ بلکہ تعریف بھی کرنے لگے اور قادیان بھی آئے۔ والدہ صاحبہ نے خدا تعالیٰ ان پر ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ معلوم نہیں کس طرح شادی کے متعلق بہت اچھا انتظام فرمایا۔ جب رخصتانہ کی تاریخ مقرر ہوئی تو میں نے والدہ صاحبہ سے قادیان آنے کی درخواست کی۔ وہ سونے چاندی کے کچھ زیور بنوا کر۔ گھر کے ضروری برتن اور کچھ نقد روپیہ لے کر قادیان آگئیں۔ قادیان پہنچنے کے دوسرے یا تیسرے روز والدہ صاحبہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے گئیں۔ اور اس پہلی زیارت نے آپ پر ایسا اثر کیا۔ کہ احمدیت کی صداقت قبول کر لی۔ حالانکہ اس سے قبل احمدیت کے متعلق انہوں نے جو کچھ سن رکھا تھا۔ اس سے بہت کچھ خوفزدہ تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دار کو دیکھنے اور خاص کر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی زیارت کرنے کا تو انہیں بے حد شوق تھا۔ مگر گھبراتی بھی بہت تھیں اپنی سادگی کی وجہ سے اپنے دیہاتی لباس کے باعث۔ اور اپنی دیہاتی طرز گفتگو کے سبب

چھتیس ۳۶ سال قادیان میں بقیہ صفحہ

ڈرتی تھیں۔ کہ شائد کوئی بات ہی نہ کر پائیں۔ لیکن میں نے بہت تسلی دی۔ اور بتایا کہ جیسات کی عورتیں کثرت سے اپنے سادہ اور معمولی لباس میں حضرت ام المومنین رضؓ اور دوسری خواتین مبارکہ کی زیارت کے لئے روزانہ جاتی ہیں۔ اور خوشی خوشی واپس آتی ہیں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین کی تو بات ہی الگ ہے۔ کوئی اور بھی کسی قسم کی ناگوار بات کسی سے کہے۔ یہ ممکن نہیں۔ ساتھ جانے والی عورتوں نے بھی تسلی دی۔ اور والدہ صاحبہ چلی گئیں۔ خدا تعالےٰ نے انہیں زیارت کرنے اور باتیں سننے کا بہترین موقع عطا فرمایا۔ اور میری جو تمنا تھی۔ خدا تعالےٰ نے وہ پوری کر دی۔ الحمد ﷲ۔ یعنی والدہ صاحبہ پر احمدیت کی صداقت واضح ہو گئی۔ اور اس عمدگی کے ساتھ واضح ہوئی کہ آخری وقت تک اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

آپ نے گھر آ کر مجھے فخریہ سنایا۔ کہ حضرت صاحب کے مکان میں قدم رکھتے ہی میرا خوف اور تردد دور ہو گیا۔ مگر اس کی جگہ حیرت اور استعجاب نے لے لی۔ میں نے جس خاتون کو بھی وہاں دیکھی مجسم اخلاق پایا۔ ہمیں عزت و آبرو کے ساتھ ایسی اچھی جگہ بٹھایا گیا۔ کہ مجھے تو وہاں قدم رکھتے بھی شرم محسوس ہوتی۔ ہر ایک نے محبت اور نرمی کے ساتھ ہم سے گفتگو کی۔ اور میں حیران تھی۔ کہ ہم ایسی دیہاتی عورتوں کی یہ عزت و توقیر۔ غرض میں نے اس گھر میں عجیب ہستیاں دیکھیں۔ ایسی عجیب کہ ساری عمر میں کبھی نہ دیکھی تھیں۔ اور بڑی بیوی صاحبہ (حضرت ام المومنینؓ) کے متعلق تو کیا کہوں۔ ان کا نورانی چہرہ دیکھ کر اور آپ کی باتیں سن کر میں تو احمدی ہونے پر مجبور ہو گئی۔ جی جو چاہتا تھا۔ کہ آپ کے پاس بیٹھی آپ کی گفتگو سنتی رہوں۔ لیکن دوسری عورتوں کے خیال سے آ گئی۔ کہ ان کو بھی موقع مل سکے۔

والدہ ماجدہ اپنے گاؤں میں اور خاص کر اپنے گھر میں میرے ہوش سنبھالنے سے بھی قبل احمدیت کا چرچا سنتی آ رہی تھیں۔ میرے تایا صاحب احمدیت کے بڑے مخالف تھے۔ ہمارے گاؤں کے چند معزز اصحاب ابتداء میں ہی احمدیت قبول کر چکے تھے۔ اس وجہ سے موافقانہ اور مخالفانہ گفتگو اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ گاؤں میں عموماً جاری رہتا تھا۔ شادی اور غمی کے مواقع پر احمدیوں کے بائیکاٹ کا سوال بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ احمدیوں کو ستانے اور دکھ دینے میں بھی کمی نہ کی جاتی تھی۔ سنجیدہ اور سمجھدار مرد عورتیں احمدیوں کی دینداری کا بھی اعتراف کرتے تھے۔ اور ان کی خوبیوں کے قائل تھے۔ لیکن والدہ صاحبہ نے کبھی کسی مخالفانہ گفتگو میں حصہ نہ لیا۔ بلکہ دبے الفاظ میں تعریف بھی کرتی تھیں۔ لیکن جب ایک لمبے عرصہ کے بعد حسن اتفاق سے جس کا کبھی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ آپ کو قادیان دیکھنے کا موقع ملا تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی چند ساعت صحبت سے ایسا تغیر ہوا۔ کہ سالہا سال کے زنگ منٹوں میں دھل گئے۔ احمدیت کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ اور ایک لمحہ کے تردد کے بغیر احمدیت قبول فرما لی

اس کے بعد اپنی وفات تک جو غالباً ۱۹۴۳ء میں ہوئی۔ ہر سال دو تین بار قادیان تشریف لاتیں۔ میں نے بارہا احمدیت کے موٹے موٹے مسائل باتوں باتوں میں آپ کے سامنے عام فہم الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی۔ آپ خاموشی سے سنتی رہتیں اور آخر فرماتیں "مجھے تو حضرت بیوی صاحبہ نے ایک آن میں وہ کچھ سمجھا دیا۔ کہ اسکے بعد تم سے کچھ سمجھنے اور سیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی بس میرے لئے وہی کافی ہے۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور سمجھا ہے۔ شائد ہی تمہیں نصیب ہوا ہو۔ میں اس بحث خوشی محسوس کرتا۔ اور یہ سننے کے لئے پھر کوشش کیا کرتا۔ مجھے آپ کے ایمان پر رشک آتا۔ اور آخر آپ کا جو مبارک انجام ہوا۔ اس نے ہم پر واضح کر دیا۔ کہ واقعی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی زیارت سے آپ کو قابل رشک درجہ ایمان حاصل ہو چکا تھا۔ والدہ صاحبہ عموماً اپنی لڑکیوں اور ان کی اولاد کی خاطر جو یتیم تھی۔ گاؤں میں رہتی تھیں۔ اور اس بڑھاپے میں گاؤں کی نسبتاً تکلیف دہ زندگی برداشت کرتی تھیں۔ حالانکہ قادیان میں خدا کے فضل سے انہیں بہت آرام میسر تھا۔ اور میری بڑی خواہش تھی۔ کہ آپ مستقل طور پر میرے پاس آ رہیں۔ تاہم اکثر قادیان آتی رہتی تھیں۔ اور میرے لئے اور میرے اہل و عیال کے لئے باعث برکت تھیں۔ وفات سے تھوڑا ہی عرصہ قبل اپنے گاؤں کی ایک احمدی عورت کو کرایہ دے کر اپنے ساتھ لیا۔ اور اچانک قادیان آ گئیں۔ ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے کہا آپ کو راستہ میں تکلیف ہوئی ہوگی۔ خط لکھ دیتے۔ تو میں خود لے آتا۔ فرمایا بے چینی اور گھبراہٹ اتنی بڑھ گئی تھی۔ کہ میرے لئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ اس لئے فوراً چل پڑی۔ آپ کے تشریف لانے کے چند دن بعد رمضان شروع ہو گیا۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ مگر آپ نے روزے رکھے۔ میں نے فدیہ دے دینے کے لئے کہا۔ تو فرمایا معلوم نہیں یہ مبارک دن زندگی میں پھر آئیں یا نہ آئیں۔

اسلئے ان سے فائدہ اٹھا لوں۔ ادھر روزے ختم ہوئے۔ ادھر عید سے دوسرے دن اچانک بیمار ہو گئیں۔ اور صرف دو تین دن بیمار رہ کر وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے آپ کو آخری ٹھکانا محض اپنے فضل سے قادیان کی مقدس سرزمین میں عطا فرمایا۔ ہم سالہا سال قادیان میں رہے بچپن کے بعد جوانی آئی۔ جوانی بیتی بڑھاپا آیا۔ میری ساری زندگی قادیان میں ہی گذری۔ آخری عمر میں اگر کسی لمبے سفر پر باہر جانا پڑتا۔ تو باہر دل گھبرا جاتا۔ اور یہی خواہش ہوتی۔ کہ جلد سے جلد قادیان پہنچیں۔ ان حالات میں یہی توقع تھی۔ کہ مر کر اسی قادیان کی مقدس مٹی میں ملنا نصیب ہوگا۔ مگر اب تو معلوم نہیں۔ آخری وقت کہاں آنے گا۔ لیکن والدہ ماجدہ کا صدق و اخلاص جو حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ذریعہ آپ کو حاصل ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اس قدر نوازا۔ کہ بیماری سے قبل ہی ایک کور دہ سے اٹھا کر قادیان کی بابرکت سرزمین میں پہنچا دیا۔ اب جبکہ ہم قادیان سے محروم ہیں۔ میرے تین چھوٹے بچے۔ ایک جوان بیٹی اور والدہ صاحبہ ہمارے خاندان کی یادگار وہاں قبرستان میں موجود ہیں۔ اگر ہم مر کے بھی وہاں نہ پہنچ سکے۔ تو انشاء اللہ حشر آباد کے دن یہ روحیں جب قادیان میں کھڑی ہوں گی تو ممکن ہے۔ کسی لحاظ سے ہمارا نام بھی پکارا جائے۔

ذکر یہ تھا کہ والدہ صاحبہ پہلی دفعہ ۱۹۱۴ء میں میری شادی کی تقریب پر قادیان آئیں۔ لیکن مرزا محمود بیگ صاحب اپنی خاندانی الجھنوں کی وجہ سے مقررہ تاریخ پر نہ آ سکے۔ اور بغیر تاریخ مقرر کئے آنے کو لکھا۔ اسلئے والدہ صاحبہ ان کے انتظار میں ٹھیر گئیں۔ تایا صاحب احمدی نہ تھے۔ اسلئے یہ کہہ کر واپس آ گئے۔ کہ مجھے یقین نہیں۔ کہ اتنے اعلیٰ خاندان کی لڑکی ہمارے بے سرو سامان لڑکے کے ساتھ منسوب ہو سکتی ہے

انہی ایام میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز فرمائی۔ کہ مبلغین کی جماعت کے چند طلباء کو انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ دیکھنے کا موقع دینا چاہیئے۔ آپ نے اسکی منظوری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ سے حاصل کر لی۔ جانے والے طلباء میں میں بھی شامل تھا۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر ہم پانچ چھ طلباء حضرت میر صاحب کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ ان دنوں قادیان میں ریل نہ تھی۔ ہم یکہ پر بٹالہ پہنچے۔ مجھے حضرت میر صاحب نے ٹکٹ لینے کے لئے بھیجا۔ جب میں واپس آیا۔ تو حضرت میر صاحب نے مسکراتے ہوئے اپنی خوش طبعی کے انداز میں فرمایا۔ امرتسر سے آنے والی گاڑی سے تمہارے تین مہمان آئے ہیں۔ دو کو تو میں جانتا ہوں۔ مرزا محمود بیگ اور مرزا سلطان احمد۔ مگر تیسرا مہمان برقعہ میں تھا۔ اس وقت لاہور جانے والی گاڑی آ گئی۔ اور ہم سوار ہو گئے۔ لاہور ہم آٹھ دس دن رہے۔

یا اللہ العالمین زیاد ہے

یا اللہ العالمین زیاد ہے ⁂ بڑھ گئی احرار کی بیداد ہے
میرا تو ایمان ہے یہ بالیقین ⁂ محمد نبی صلعم تھے ختم المرسلین
پھر زباں سے بھی مجھے اقرار ہے ⁂ کس طرح کہتے ہیں یہ انکار ہے؟
مرد مومن کی سنی سے مولا پکار ⁂ جس کو یہ کہتے ہیں کافر بار بار
ہو گئے احرار ہیں کیا غیب دان ⁂ الاماں اور الاماں اور الاماں
تیغ براں سونتے تکفیر کی ⁂ خشک ملاؤں نے کیا تدبیر کی
دست و پائے قوم ہیں قطع و برید ⁂ اور اس پر نعرۂ "ھل من مزید"
نخل کو یہ عقل کے دشمن تمام ⁂ چاہتے ہیں کاٹنا یہ بد کلام
آپ ہی کہتے ہیں بعد از مصطفےٰ ⁂ ختم ہے بس انبیاء کا سلسلہ
منتظر ہیں آپ ہی عیسیٰ کے بھی ⁂ مشکلیں آسان کرے اسلام کی
اعتقاد اقوال میں انکے تضاد ⁂ کوئی پوچھے تو ہے کیا انکی مراد
حضرت عیسیٰ تو ہیں زیر زمین ⁂ جس طرح مدفون ہیں سب مرسلیں
مر کے کوئی آج تک آیا نہیں ⁂ انکو ہے عیسیٰ کے آنے کا یقیں
آئیو! الا تھا مسیح امتی ⁂ تیغ برہاں جس کو قدرت سے ملی
مرحبا کیا کاٹ ہے تلوار کی ⁂ پڑ گئی نصرانیوں میں کھلبلی
ہو رہا ہے چار سو کسر صلیب ⁂ مینڈکی کنوئیں کی کیا جانے غریب
ہر مسیح وقت مہدی دراماں ⁂ ساری دنیا کے لئے وہ دق کا ماں
اک خدا اور اک رسول اک کتاب ⁂ کسطرح کافر ہوا ایں لے جناب؟
اسطرح بکر خدائی فوجدار ⁂ وقت کی سنتے نہیں ہرگز پکار
پیٹ ہو گر تم نہیں کھلتے شعور ⁂ قوم کی تسبیح توڑ دے کیوں ضرور!
ہمنشیں انکو بھلا کیا چاہیئے؟ ⁂ نان و حلوہ۔ خوان نعما چاہیئے
انکے دم سے وہ ہمہ تن نادانیاں ⁂ مومنوں پر کفر کی ارزانیاں!
یہ جنہیں فتوے لگانے کو جنیں ⁂ یہ جنیں کافر بنانے کو جنیں

یا الٰہی فہم کران کو عطا
اور رہ راستی پر تو چلا

از امان اللہ خان صاحب امان کراچی

جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم

زیر اہتمام جماعت احمدیہ ہبلی

(ملخص از رپورٹ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیری)

جماعت احمدیہ ہبلی نے (جس کے اس وقت مرد و زن بچے اور بوڑھے جوان ۳۵ افراد پر مشتمل ہیں جس کے بیشتر افراد غریب ہیں بجز ایک دو کے) چوہدری مبارک علی صاحب فاضل مبلغ ہبلی اور حکیم محمد الدین صاحب رئیس التبلیغ صوبہ بمبئی کی کوششوں سے وہاں کے حالات کے اقتضار کے مدنظر جلسہ سیرت النبی صلعم کے منعقد کرنے میں کامیاب ہوئے جس کے لئے ہبلی جماعت کے پریذیڈنٹ عبد الرزاق صاحب کتور اور خود مولوی مبارک علی صاحب کو مرکز کی اجازت کے ماتحت دکن کا سفر اختیار کرنا پڑا خدا کے فضلوں کے ماتحت جماعت ہذا کے نئے قیام نے اور اس علاقہ میں سلسلہ کی تبلیغ کی وسعت کے مدنظر مختلف جماعتوں کے مخیرین نے اس کار خیر میں کافی حصہ لیا۔ جس میں سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے و سیٹھ محمد عبد الحی صاحب یادگیر و سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ و محمد اسمٰعیل صاحب چنتہ کنٹہ و رشید احمد صاحب چنتہ کنٹہ نے زیادہ مقدار میں اور سیٹھ عبد اللہ یوسف صاحب و غلام احمد صاحب و حید رعلی صاحب و احمد حسین صاحب و دیگر مستورات نے قلیل تعداد میں حسب حیثیت حصہ لیا۔ اخراجات جلسہ کا اندازہ مبلغ ۶۰۰ روپیہ کا ہوا۔ ہبلی کا دکن سے ۲۴ گھنٹہ کا سفر ہے۔ اس کے لئے حسب ذیل اصحاب خود اپنے اخراجات پر ہبلی کے جلسہ میں تشریف لائے۔ اور جلسہ میں تقریروں اور جماعتی تربیتی جلسوں میں وعظ و نصائح اور عمومی ملاقاتوں میں حصہ لیا۔ حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب و مولوی سید بشارت احمد صاحب ایڈوکیٹ و عزیزم یوسف الہ دین صاحب سکندرآباد اور سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ سے اور عاجز اور نعمت اللہ صاحب غوری یادگیر سے اور مبارک احمد صاحب و یوسف حسین صاحب حیدرآباد سے شریک جلسہ ہوئے۔ اور اس کے علاوہ مولوی شریف احمد صاحب مبلغ حیدرآباد سے مولوی حکیم محمد الدین صاحب بمبئی سے اور بلگام سے عبد الغنی صاحب مرج سے عبد الغفار صاحب۔ دیاوارڈ اور دیگر مقامات سے بھی احباب شریک جلسہ ہوئے۔

باوجودیکہ یہ جماعت بالکل نئی جماعت ہے۔ لیکن جلسہ کے تمام انتظامات خدام و سیکرٹری صاحبان نے بہت خوبی سے انجام دیئے۔ مہمانوں کا اکرام و تواضع جلسہ کے تمام انتظامات میں ہر شخص نے اپنی استطاعت و دلی شوق سے حصہ لیا اور جلسہ کو کامیاب بنایا۔ لجنہ اماء اللہ خصوصاً پریذیڈنٹ صاحب کے گھر کی مستورات نے مہمانوں کے طعام کا بہت معقول انتظام کیا۔ اس طرح مجموعی حیثیت سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ پریذیڈنٹ صاحب ایک منتظم اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اور سیکرٹری صاحبان اپنے اپنے فرائض کے اعتبار سے اچھے کارگزار اور مخلص ثابت ہوئے۔ خدا کرے کہ یہ اُفتاد اُن کے پائے استقلال کو مضبوط کرے اور تمام قسم کی مخالفتوں سے گذر کر مخلص اور باعمل احمدی بنائے۔

اعلان جلسہ

ہمارے جلسہ کے بڑے بڑے اشتہارات پوسٹر تمام حیدرآباد ہی سے چھپ کر آگئے تھے۔ جس کو وسیع پیمانہ پر ہبلی میں مشتہر کیا گیا۔ دوسری طرف مقامی معززین شرفا ہر مذہب و ملت کو دستی اشتہارات دیئے گئے۔ علیحدہ دعوت ناموں کی شکل میں بھی دعوت دی گئی۔ حکومت کی اجازت سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے تمام شہر میں موٹر میں یوسف حسین صاحب نعمت اللہ صاحب۔ مبارک احمد صاحب و خدام۔ کنڑی انگریزی۔ اور اردو میں اعلان عام کرتے رہے جس کی وجہ سے کافی پبلک جلسہ میں ہندو مسلم حضرات شریک ہوئے۔ جس میں ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مقام جلسہ

جلسہ گاہ کا انتظام مرہٹہ گلی سے ذرا فاصلہ پر گنیش سیٹھ محلہ کے کونے میں بلدیہ کی اجازت سے چولہے پر زمین کرایہ پر لے کر ایک وسیع پنڈال ٹینٹوں کا چھت نما ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنایا گیا۔ جس میں لائٹ و فرش و کرسیوں کا انتظام تھا جس کے گیٹ پر اھلاً و سھلاً مرحبا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

لکھ کر لگائے گئے۔ جلسہ لائٹ کے معقول انتظام کے باعث بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ جلسہ میں حاضرین کو کرسیوں پر اور بچوں کو فرش پر بٹھانے کا انتظام خدام نے بہت معقولیت سے کیا ہوا تھا۔ جن میں سے ہر ایک خادم الغفار اللہ کے بیج سے آراستہ تھا۔ جواب اس علاقہ میں ایک احمدی کی امتیازی علامت ہو گئی ہے۔

جلسہ کی کارروائی

سب سے پہلا جلسہ زیر صدارت مولوی سید بشارت احمد صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد۔ ٹھیک آٹھ بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم حکیم محمد الدین صاحب بمبئی نے کی نظم نعمت اللہ صاحب غوری یادگیر نے سنائی اور ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کا سلام ہبلی کے ایک باپ صاحب احمدی نوجوان نے سنایا۔ ہر دو نظمیں بہت خوش الحانی سے پڑھی گئیں۔ اس کے بعد صاحب صدر نے جلسہ کی غرض و غایت بتائی۔ اس کے بعد اس عاجز کی ہمارے رسول عربی میں مقبول پر تقریر ہوئی۔ بعد حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندرآباد نے اسلام کی عالمگیر صداقت پر تقریر فرمائی۔ بعد مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ نے فضائل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر مفصل و مدلل خوش الحانی سے بہت اچھے پیرایہ میں تقریر فرمائی۔ جس میں حضور کی سیرۃ کے ہر پہلو پر جمالی و جلالی طور پر بیان کیا۔ جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے اس کے بعد مولوی مبارک علی صاحب کا وقت کم رہ گیا تھا۔ اسلئے وہ اپنے مستقل موضوع فضائل قرآن پر تقریر نہ کر سکے لیکن انہوں نے مختصر تقریر کی۔ اور بتایا کہ میری تقریریں تو آپ سنتے رہتے ہیں۔ مہمان زیادہ حق رکھتے تھے کہ ان کو وقت دیا جائے۔ اسلئے میرے وقت کا زیادہ حصہ دیگر مقررین کو دیا گیا ہے۔ میں نے تبرکاً جلسہ کی عظمت و ثواب کے مدنظر حصہ لیا ہے۔ اس کے بعد صاحب صدر نے تمام تقریروں کا خلاصہ حاضرین کو بتایا۔ اور درود شریف کی اہمیت واضح کی اور اس جلسہ میں کثرت درود پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ صدارتی تقریر کے طور پر آپ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ اپنے تبلیغی کاموں خدمت خلق کے اعتبار سے مشہور ۔۔ ہے۔ علاوہ بریں وہ مذہبی طور پر اپنے عقیدہ قرآن کے اعتبار سے حکومت کے قانون کی پابند اور فرمانبردار ہے دیگر مسلمانوں کو بھی ایسا ہی رہنا چاہئے۔ نیز توجہ دلائی کہ اسلامی رواداری کی تعلیم کے مدنظر یہ ضروری ہے کہ ہم ہندو مسلم اور دیگر آپس میں ملیں ان تعلیمات کو عملی رنگ میں اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ مثلاً خدا کا گھر مسجد ہے۔ وہ ہر قوم و مذہب کے لئے کھلا رکھا گیا ہے۔ اس کے استعمال میں وسعت برتیں اور بتایا کہ کس طرح ایسا عملی نمونہ ساری دنیا پر جماعت احمدیہ نے ہر ملک میں اپنی مساجد قائم کر کے ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح ہمیں مذہب اسلام کے مطالعہ کے لئے قرآن و حدیث و تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور اس قسم کے جلسوں میں شرکت کر کے عملاً اس پر کاربند ہونا چاہئے۔ صرف یہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم کانوں کا مزہ لیتے رہ جائیں۔ آخر میں تمام حاضرین کا شکریہ خود صدر صاحب نے مہمانوں اور جماعت ہبلی کی طرف سے ادا کیا۔ بالآخر جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

خدا کے فضل سے اس علاقہ میں یہ پہلا جلسہ تھا۔ جو نتائج کے اعتبار سے ہر طرح کامیاب رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس علاقہ میں اسلام کی صحیح تعلیم کو جو احمدیت کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوئی پھیلا دے۔ تا اذا جاء نصر اللہ کی شان اس علاقہ میں نظر آئے۔ فی الواقعہ اس قدر قلیل عرصہ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جماعت کا بن جانا۔ مخالفت کا ہونا اور لوگوں کا اس طرف جلد جلد توجہ کرنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قوت قدسیہ اور توجہ خاص روحانی پر دلالت کرتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس علاقہ کے احمدی احباب اور دیگر علاقوں کی جماعتیں بھی خاص دعاؤں سے کام لیں۔ کہ خدا اس کرناٹک علاقہ میں جلد جلد حقیقی اسلام کو پھیلائے۔ اور عملی مسلمان بنائے۔

دوسرا اجلاس

دوسرے روز کا جلسہ بتاریخ ۲۷ر نومبر ۱۹۵۲ء بوقت آٹھ بجے شب اسی مقام میں زیر صدارت جناب سید بشارت احمد صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے کی۔ نظم نعمت اللہ صاحب غوری یادگیری نے سنائی۔ پہلی تقریر عزیزم سیٹھ یوسف الہ دین نے اسلامی دعاؤں پر کی۔ بعد سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ بانی اسلام کے بے نظیر کارناموں پر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حکیم مولوی محمد الدین صاحب رئیس المبلغین صوبہ بمبئی نے اسلامی رواداری پر ایک مبسوط جامع اور مدلل تقریر فرمائی۔ اور بہت اچھے پیرایہ میں دلکش طریق سے لوگوں کے قلوب کو متاثر کیا۔ اس کے بعد حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندرآباد نے انسانی زندگی کی غرض و غایت پر ایک اچھوتی اور پُر اثر تقریر فرمائی۔ خدا کے فضل سے سیٹھ صاحب تقویٰ و طہارت اور نورانی

بہترہ ہی لوگوں کی کوشش کا نتیجہ ہوا۔ اس کے علاوہ ان کے کارنامے بھی جن سے صاحب صدر نے پہلے ہی حاضرین کو مطلع کیا تھا۔ سیٹھ صاحب نے تقریر میں فرمایا کہ ہر ایک چیز کا ماہر فن ہوتا ہے۔ جس سے فن سیکھا جاتا ہے بس دین کا بھی اس زمانہ کا ماہر فن مسیح موعود ہے۔ جس کا خلیفہ آج حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہے۔ آج خدمت دین کس طرح کرنی چاہیئے۔ کوئی نہیں بتا سکتا۔ بجز حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آپ کے خلیفۂ وقت کے۔ ہر شخص مانتا ہے کہ یہ زمانہ خدمت دین کا محتاج ہے۔ پس اس زمانہ کا اقتضاء آپ کو اس بات میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔

پھر آپ نے بتایا کہ خدا نے ایک طرف فرمایا کہ میں مومنوں سے جان و مال پہلے خود خرید تا ہوں۔ اس کے بعد اس سے کہتا ہوں کہ لاؤ میری یہ امانت میں سے فلاں فلاں چیز مجھ کو دے دو۔ لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو اس امانت کو لوٹاتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر خیانت کرتے ہیں۔ پھر چاہتے بھی ہیں کہ امانت کی خیانت بھی قائم رہے اور خدا بھی راضی ہو جائے۔ آپ نے بتایا کہ اگر حکومت کی امانت قانون کی خلاف ورزی کرے تو دفعہ ۴۰۸ لگ جاتی ہے۔ تو پھر خدا جو اصل منصف ہے ہم کو کس طرح بغیر مجرم بنائے چھوڑ دے گا۔ پس ضرورت ہے کہ خدا کی امانت خدا کے حوالہ کرو خیانت نہ کرو۔ اس طرح کی خدمت اور امانت حوالہ کرنا بھی جماعت ہذا سکھاتی ہے۔ پھر آپ نے بتایا کہ اگر اس دنیا میں سمندر کے قطرہ کے برابر دکھ اٹھاؤ گے تو اگلے جہان میں سمندر کے برابر سکھ پاؤ گے۔ اب تم کس بات کے تیار ہو کیا خدا اور اس کے رسول کی بات کو مان کر وقت کے امام کو پہچان کر سمندر کے قطرہ کے برابر دکھ اٹھانا یا سمندر برابر اگلے جہان میں دکھ اٹھانا۔ ہر شخص یہی کہے گا۔ ہم یہاں ہی قطرہ برابر دکھ اٹھائیں گے۔ پس اس نقطۂ نگاہ سے سوچو تا رسول اللہ صلعم کے فرمودہ کے ماتحت دونوں جنت کے وارث ہو سکو۔ اس دنیا کی جنت بھی اور پھر آخری جنت۔

اس طرح سیٹھ صاحب نے بہت والہانہ انداز میں تقریر فرمائی۔ جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سیٹھ صاحب کے عزم و اقبال میں ترقی عطا فرمائے۔

اس کے بعد مولوی شریف احمد صاحب امینی نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول اللہ صلعم" کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ جنہیں علاوہ کمال عشق کے اظہار کو منظوم کلام سے سنانے کے ضمنی طور پر

جماعت کے مسلک اجرائے ختم نبوت مع دلائل کے واضح کیا اور فرمایا کہ یہ بہت بڑا بہتان ہے جو کہا جاتا ہے کہ احمدی رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ حالانکہ مسیح موعود خود اپنے آپ کو غلام احمد فرماتے ہیں پھر ہر برکت لی رسول اللہ سے ملی

اس کے بعد اس عاجز نے اسلام میں عورت کی حیثیت پر تقریر کی۔ اور بتایا کہ اسلام سے قبل اور پھر تمام مذاہب میں عورت کی کیا حیثیت تھی۔ رسول کریم صلعم کے صنف نازک پر کیا احسان ہیں۔ اور مستورات کے کیا فرائض ہیں۔

اس کے بعد صاحب صدر نے تمام تقریروں کا خلاصہ سنایا۔ جماعت کے کارناموں کو بتایا جو جماعت ہذا کے ذریعہ سے ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت کے رنگ میں ہو رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح جماعت دنیا کی ساری قوموں کے بزرگوں کی عزت کرتی اور کرواتی ہے۔ اور علاوہ سیرۃ النبی صلعم کے جلسوں کے سیرۃ پیشوایان مذاہب کے جلسے کرواتی ہے۔ پھر آپ نے بتایا کہ کس طرح ہم مسلسل اور ٹھوس اسلامی خدمت اور تبلیغ سے دنیا میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیم کو اپنائیں۔ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ تعاون کریں۔ جو رسول اکرم صلعم کی حقیقی سیرۃ کے پھیلانے میں عملی طور پر لگی ہوئی ہے

اس کے بعد آپ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا پر جلسہ برخاست ہو۔

درخواست دعا میرا ۲۲ سالہ بھتیجہ ایک سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہے ۱۸۔۱۹۔۲۰ دسمبر آخری تاریخیں ہیں۔ باعزت بریت کیلئے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

(اہلیہ مولوی محمد حنیف صاحب بٹالپوری)